UNIVERSAL LIBRARY
OU_222001
UNIVERSAL LIBRARY

مراسلت

مابین

گاندھی جی و مسٹر جناح

نیز مابین

پنڈت جواہر لال نہرو و مسٹر جناح

مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ

مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اب وہ
خط وکتابت کل شایع کردی ہے جو انکے اور گاندھی جی
اور ان کے اور مسٹر جواہر لال نہرو کے مابین ہوئی تھی،

نقل خط گاندھی جی، بنام مسٹر جناح

شیوگاؤں ۱۹ اکتوبر ۳۷ء

آپ کی لکھنؤ والی تقریر کو میں نے غور سے پڑھا، مجھے اس بات سے بہت دکھ ہوا کہ آپ نے میرے رویہ کو غلط سمجھا، میرا خط ایک خاص پرائیوٹ پیغام کے جواب میں تھا، یہ خط خالصتہً ذاتی تھا آپ نے اس کا جس طریق پر استعمال کیا، کیا آپ ایسا کرنے میں حق بجانب تھے؟

جیسا میں سمجھتا ہوں بلاشک آپ کی تمام تقریر اعلان جنگ ہے۔ میں صرف

اس قدر اُمید کرتا تھا کہ آپ مجھ غریب کو دونوں فریقوں کے درمیان سمجھوتہ کرانے کے لئے بطور ایک کڑی استعمال کریں گے مگر میں دیکھتا ہوں کہ آپ ایسی کوئی کڑی نہیں چاہتے جس کا مجھے افسوس ہے۔ تنازع کے لئے دو کی ضرورت ہوتی ہے اگر میں صلح کرانے والا نہیں تو میں تنازع پیدا کرنے والا بھی نہیں ہوں۔

جب تک آپ خواہش نہ کریں یہ خط اشاعت کے لئے نہیں ہے، یہ خلوصِ قلب اور دردبھرے دل سے لکھا گیا ہے۔

نقل خط مسٹر جناح بنام گاندھی جی

بمبئی۔ ۵ رنومبر ۱۹۳۷ء

گذشتہ مئی میں میں نے جو آپ کا خط ٹیتھل سے شایع کیا تھا تو میں خیال کرتا ہوں کہ ایسا کرنے میں میں پورے طور پر حق بجانب تھا لیکن آپ کے خط سے پتہ چلتا ہے کہ میں نے اس سے جو کچھ سمجھا آپ کا مطلب اُس سے مختلف تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کو پبلک کے روبرو اپنا جواب پیش کرنےکی آزادی حاصل تھی آپ کے خط میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے کہ معلوم ہو کہ خط اشاعت کے لئے نہیں ہے اور یہ کہ آپ کے نام میرا پیغام پرائیوٹ نہ تھا۔ اب بھی آپ نے نہیں بتایا کہ کس طرح میں نے آپ کے خط کا مطلب اور آپ کا رویہ غلط سمجھا۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ میری لکھنؤ کی تقریر کو اعلان جنگ سمجھتے ہیں وہ تو خالصۃً

حفاظت خود اختیاری ہے، از راہ کرم آپ اسکو دو بارہ پڑھیں اور اسکو سمجھنے کی کوشش کریں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے گذشتہ بارہ ماہ کے واقعات کو پیش نظر نہیں رکھا آپ جو اپنی نسبت ایک جوڑنے والی کڑی اور مصلح کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کے متعلق میری عرض یہ ہے کہ آیا آپ کو یہ خیال نہیں کہ اس مدت میں آپ کی کامل خاموشی نے آپ کو کلیتہً کانگرس کا رہنما قرار دیدیا ہے گو کہ مجھے یہ بھی علم ہے کہ آپ کانگرس کے چار آنے کے بھی ممبر نہیں ہیں۔

آخر میں مجھے افسوس کیساتھ یہ کہنا ہے کہ مجھے آپ کے خط میں کوئی قطعی یا تعمیری تجویز نظر نہیں آتی سوا اس کے کہ خط خلوص قلب اور درد بھرے دل سے لکھا گیا ہے میرے خط کو بھی آپ ایسا ہی تصور فرمائیں۔

نقل خط گاندھی جی بنام مسٹر جناح

شیوگاؤں۔ ۳ فروری ۳۸ء

کل پنڈت جواہر لال نہرو نے مجھ سے کہا کہ آپ نے مولانا صاحب سے شکایت کی ہے کہ میں نے آپ کے خط مورخہ ۵ نومبر ۳۷ء کا جواب نہیں دیا جو میرے خط مورخہ ۱۹ اکتوبر کے جواب میں تھا۔ آپ کا خط مجھے ایسے موقع پر ملا تھا جبکہ ڈاکٹروں نے کلکتہ میں مجھے سخت علیل قرار دیدیا تھا، وہ خط موصول ہونے کے تین روز بعد مجھے دکھایا گیا اگر میرا خیال ہوتا کہ اس کا جواب ضروری ہے تو میں ضرور جواب

ارسال کرتا گو کہ میں بیمار تھا۔ میں نے آپ کا خط مکرر پڑھا میرا اب بھی خیال ہو کہ میں اُسکے جواب میں کوئی مفید امر نہیں پیش کر سکتا لیکن ایک طرح میں ضرور خوش ہوں کہ آپ میرے جواب کے منتظر تھے، لیجیے جواب حاضر ہے۔

مسٹر کھیر نے قطعی طور پر مجھکو مطلع کیا کہ وہ آپ کا ایک پرائیوٹ پیغام لائے ہیں۔ انھوں نے یہ پیغام مجھے تنہائی میں دیا میں اسکا جواب آپ کو زبانی بھیج سکتا تھا لیکن میں نے آپ کو اپنی دلی حالت کی صحیح تصویر پیش کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں ایک مختصر خط ارسال کیا تھا جس میں کوئی بات چھپانے کی نہ تھی البتہ میں نے یہ ضرور محسوس کیا اور اب بھی محسوس کرتا ہوں کہ جس طریق سے آپ نے اسکا استعمال کیا اس کی وجہ سے مجھے تکلیف دہ تعجب ہوا۔

آپ نے میری خاموشی کی شکایت کی ہے اپنی خاموشی کی وجہ میں نے اپنے رقعہ میں من وعن بیان کر دی ہے، یقین کیجیے کہ جس وقت میں دونوں فریقوں کو متحد کرنے کے متعلق کچھ بھی کر سکوں گا تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے ایسا کرنیسے مانع نہیں ہوگی۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ آپ کی تقریر ایک اعلان جنگ ہے لیکن آپ کی بعد کی تقریریں میرے اس خیال کو اور مضبوط کرتی ہیں، جس چیز کا تعلق جذبات سے ہو میں اُسے کس طرح ثابت کر سکتا ہوں، اپنی تقریروں میں اب آپ وہ قدیم قوم پرست (نیشنلسٹ) نہیں معلوم ہوتے۔ ایک زمانہ تھا یعنی ۱۹۱۵ء میں جب میں جنوبی افریقہ سے ہندوستان واپس آیا تھا تو اس وقت ہر شخص آپ کے متعلق

یہ رائے رکھتا تھا کہ آپ ایک زبردست قوم پرست اور ہندو مسلمان دونوں کی اُمیدگاہ ہیں کیا آپ اب بھی وہی مسٹر جناح ہیں؟ اگر آپ اس کے جواب میں باوجود اپنی تقریروں کے فرمائیں کہ ہاں تو بیشک میں آپ کی بات کو مان لینے کے لئے تیار ہوں۔

آپ کی خواہش ہے کہ میں کوئی تجویز پیش کروں۔ میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ گھٹنے ٹیک کر آپ سے عرض کروں کہ آپ وہی ہو جائیے جیساکہ آپ پیشتر تھے۔ اب رہی تجویز اتحاد درمیان دونوں فریقوں کے تو یقیناً یہ آپ کی جانب سے پیش ہونا چاہئے۔

یہ خط اشاعت کے لئے نہیں ہے صرف آپ کے مطالعہ کے لئے ہے، یہ ایک دوست کی آواز ہے نہ کہ کسی مخالف کی۔

نقل خط مسٹر جناح بنام گاندھی جی

نئی دھلی۔ ۱۵ر فروری ۳۸ء

میں نے مولانا صاحب سے آپ کے جواب نہ دینے کی شکایت نہیں کی تھی میں نے صرف واقعات بیان کئے تھے کیونکہ وہ مُصر تھے کہ میری اور آپ کی ملاقات ہو جائے۔ بہرکیف مجھے آپ کا خط موصول ہونے سے مسرت ہے۔

مسٹر کھیر کی وساطت سے جو پیغام میں نے آپ کو بھیجا تھا جیسا میں اپنے پچھلے خط میں لکھ چکا ہوں پرائیوٹ نہ تھا، جب مسٹر کھیر آپ سے ملاقات کے لئے وارد ھا گئے تو میں نے

اُن سے یہ ضرور کہا تھا کہ انھیں آپ کے سوا کسی دوسرے سے اس معاملہ کا تذکرہ نہ کرنا چاہیئے نیز یہ کہ اگر آپ خود اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیں تو اسکو آدھی فتح سمجھنا چاہیئے۔ بمبئی واپس آنے پر مسٹر کھیر نے مجھ سے کہا کہ آپ کے لئے جواب دینا مشکل ہوگا کیونکہ آپ سے کہا گیا تھا کہ آپ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کریں گے اور نہ کسی سے مشورہ لیں گے۔

اس پر میں نے کہا کہ یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں جو صیغۂ راز میں رکھا جائے اور یہ کہ آپ دونوں حضرات ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات کر سکتے ہیں اور نیز یہ کہ مجھ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آیا اس نازک موقع پر آپ اُس عظیم الشان اثر کو جو کانگرس پر آپ کو حاصل ہے استعمال کر سکیں گے یا نہیں۔

اس کے بعد وہ آپ سے پھر ٹیٹھل میں ملے اور اس وقت سے یہ معاملہ دو آدمیوں تک محدود نہ رہا اور اُنھوں نے مجھے آپ کا تحریری جواب لاکر دیا جو مجھے شایع کرنا پڑا کیونکہ آپ کو اُس مباحثہ کا علم ہے جو میرے اور بابو راجیندر پرشاد اور پنڈت جواہر لال نہرو کے درمیان اخبارات میں جاری رہا جسمیں مجھ پر یہ بیجا الزام عائد کیا گیا تھا کہ میں ہندو مسلم تصفیہ کے راستہ میں ہر طرح کی رکاوٹ پیدا کر رہا ہوں۔

چونکہ آپ کے خط میں تحریر نہ تھا کہ اُسے شایع نہ کیا جائے اس لئے میں نے اسکو شایع کر دیا۔ علاوہ بریں میرے اس کہنے میں کیا مضایقہ ہے کہ میں نے اپنی خوشی سے آپ سے نامہ و پیام شروع کیا تھا اور یہی جواب آپ نے مجھ کو دیا تھا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے آپ کو اسقدر رنجیدہ کیوں ہونا چاہیئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی خاموشی کی شکایت کی۔ بیشک یہ صحیح ہے لیکن آپ نے آگے بڑھ کر اپنے خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ "یقین کیجئے کہ جس وقت میں دونوں فریقوں کو متحد کرنے کے متعلق کچھ بھی کر سکوں گا تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے ایسا کرنے سے مانع نہ ہوگی"۔ اب آپ فرمائیں کہ میں اس جملہ کے کیا معنی لوں، کیا میں یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں کہ وہ وقت ابھی نہیں آیا؟

آپ کی جو رائے ہے کہ میری لکھنؤ کی اسپیچ اور اس کے بعد میری دوسری تقریریں ایک اعلان جنگ ہیں تو اس کے متعلق میں پھر وہی کہونگا کہ یہ صرف حفاظتِ خود اختیاری میں تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس کا علم نہیں کہ کانگرسی اخبارات میں آجکل کیا ہو رہا ہے یعنی میرے متعلق کس قدر غلط بیانی اور جھوٹ کی اشاعت کی جا رہی ہے ورنہ مجھے یقین ہے کہ آپ مجھ کو الزام نہ دیتے۔

آپ فرماتے ہیں کہ "۱۹۱۵ء میں جب میں جنوبی افریقہ سے ہندوستان واپس آیا تھا تو اُس وقت ہر شخص آپ کے متعلق یہ رائے رکھتا تھا کہ آپ ایک زبردست قوم پرست اور ہندو مسلمان دونوں کی اُمید گاہ ہیں۔ کیا آپ اب بھی وہی مسٹر جناح ہیں"؟ اس کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ "اگر آپ اس کے جواب میں باوجود اپنی تقریروں کے فرمائیں کہ ہاں تو میں آپ کی بات کو مان لینے کے لئے تیار ہوں"۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ میری اسپیچوں میں اب آپ وہ پرانی قوم پرستی نہیں پاتے۔ میرے نسبت کیا آپ یہ خیال کرنے میں حق بجانب ہیں۔ میں یہ کہنا پسند نہیں کرتا کہ لوگ آپ کے متعلق

سنہ ۱۹۱۵ء میں کیا کہتے تھے اور آج کیا کہتے اور خیال کرتے ہیں۔ قوم پرستی کسی خاص فرد کے لئے مخصوص نہیں اور اس زمانہ میں اس کی تعریف بہت مشکل معلوم ہوتی ہے لیکن میں اس بحث کو آگے بڑھانا نہیں چاہتا۔

خط کے خاتمہ پر آپ فرماتے ہیں "آپکی خواہش ہے کہ میں کوئی تجویز پیش کروں، بجز اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ گھٹنے ٹیک کر آپ سے عرض کروں کہ آپ پھر وہی ہو جائیے جیسا کہ آپ پیشتر تھے۔ اب رہی تجویز اتحاد درمیان دونوں فریقوں کے تو یقیناً یہ آپ کی جانب سے پیش ہونا چاہیئے" تو بہتر تھا کہ یہ اپیل آپ مجھ سے نہ کرتے اور گھٹنے ٹیک کر مجھ سے نہ کہتے کہ مجھکو کیا ہونا چاہیئے۔

تجاویز امور بنیادی کے متعلق کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اہم کام خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔ اصولی نکات جو متنازعہ فیہ ہیں انکو آپ بھی اتنا ہی جانتے ہیں جتنا میں جانتا ہوں۔ لہذا اس مسئلہ کے حل کرنے کے ذرائع اور تجاویز پیش کرنا آپ پر بھی اتنا ہی عاید ہے جتنا کہ مجھ پر۔ اگر آپ حقیقتاً اور صدق دل سے خواہشمند ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ آپ کی مدد کا وقت اب آگیا ہے اور اپنی پوزیشن اور اثر کو آپ مستعدی کیساتھ استعمال کرنے کے لئے تیار ہیں تو میں بھی کوئی امکانی اعانت سے دریغ نہ کروں گا۔

نقل خط گاندھی جی بنام مسٹر جناح

شیوگاؤں ۲۴ر فروری ۱۹۳۸ء

میں نے آپ کا خط جواہر لال نہرو کو بھی پڑھکر سنایا معلوم ہوتا ہے کہ آپ خطوط کا تحریری جواب نہیں چاہتے بلکہ ذاتی تبادلہ خیالات کے خواہشمند ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا اس سلسلہ میں پہلی ملاقات آپکے اور جواہر لال نہرو کے درمیان ہونا چاہیئے یا آپکے اور سبھاش بابو کے درمیان کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ سبھاش بابو اب جواہر لال نہرو کے جانشین ہیں۔ اگر آپ کی خواہش ہو کہ صدر کانگرس کی ملاقات سے پہلے آپ مجھ سے گفت وشنید کریں تو مجھ سے ۱۰ مارچ سے پہلے کسی وقت بھی شیوگاؤں میں مل سکتے ہیں مجھے آپسے ملکر خوشی ہوگی اگر صحت نے اجازت دی تو شاید ۱۰ مارچ کے بعد میں بنگال روانہ ہو جاؤں جہانتک میری ذات کا تعلق ہے ہندو مسلم سوال کے متعلق میں ہمیشہ مرحوم ڈاکٹر انصاری کے مشورہ پر عمل کرتا رہا اب چونکہ وہ ہمارے درمیان موجود نہیں اس لئے اب اس سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزاد میرے رہنما ہیں۔ لہذا میں آپ کو مشورہ دونگا کہ آپ ہندو مسلم مفاہمت کی گفت وشنید کی ابتدا مولانا صاحب سے کریں۔ بہر کیف میں ہر طرح آپ کی خدمت کے واسطے تیار ہوں۔

نقل خط مسٹر جناح بنام گاندھی جی

نئی دہلی۔ ۳ر مارچ ۱۹۳۸ء

افسوس ہے کہ آپ کا خط اُمید افزا نہیں ہے اس لئے کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آپ کی رائے میں اب اُمید کی کوئی جھلک ہے اور اگر وہ مبارک گھڑی آپہونچی تو آیا آپ اس معاملہ کو

مسلم لیگ کو ہندو مسلم سمجھوتے کی بات چیت کرنے کیلئے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کرنے اور اس معاملہ کو مستعدی سے اپنے ہاتھ میں لینے کیلئے تیار ہیں یا نہیں؟ ۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ کے رویہ اور ذہنیت میں میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں دیکھتا کیونکہ آپ لکھتے ہیں کہ چونکہ ڈاکٹر انصاری اب موجود نہیں اسلئے ہندو مسلم سوال کے متعلق آپ مولانا ابوالکلام آزاد کے مشورہ پر عمل کریں گے ۔ اگر آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا تو پھر اسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑیگا جو اس وقت رونما ہوئی تھی ۔ جب ڈاکٹر انصاری مرحوم اپنے سخت خیالات کی وجہ سے کوئی فیصلہ کرنے پر راضی نہ ہوئے تھے اور آپ کو یہ کہنا پڑا کہ آپ خود تو تیار ہیں مگر ایسی حالت میں کیا کر سکتے ہیں ۔ یہ واقعہ جیسا کہ آپ کو خود معلوم ہے آپ کی راونڈ ٹیبل کانفرنس کی شرکت کے لئے روانگی کے پہلے کا ہے ۔

خود راونڈ ٹیبل کانفرنس کے موقع پر بھی اسی مصیبت کا سامنا ہوا کیونکہ آپ تو عارضی طور پر بعض شرائط منظور کرنے کے لئے تیار معلوم ہوتے تھے لیکن آپ نے وہاں بھی یہ کہدیا کہ آپ مجبور ہیں کیونکہ ہندو اس معاملہ پر تیار نہیں ہیں مگر بحیثیت کانگرس کے نائب ہونے کے آپ کو کوئی عذر نہ ہوگا اگر خود ہندو اور مسلمان کوئی مفاہمت کرلیں ۔

اب ہم ایک ایسی نوبت پر پہونچ چکے ہیں جبکہ اس بات میں کوئی شک وشبہ نہ رہنا چاہیئے کہ مسلم لیگ ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد ذمہ دار اور نمائندہ جماعت ہے اور دوسری طرف خود آپ کانگرس اور کل ہندوؤں کے نمائندے ہیں ۔ صرف اسی بنیادی اصول پر مزید گفت وشنید جاری رہ سکتی ہے ۔ بہرکیف مجھے آپ سے ملکر بڑی خوشی ہوگی اور پنڈت جواہر لال نہرو یا سبھاش بابو سے بھی اگر آپ ایسا چاہتے ہوں ۔

آپ جانتے ہیں کہ یہ معاملہ بغیر آپکی صلاح و مشورہ کے اونمیں سے کوئی طے نہیں کر سکتا اس لئے بہتر ہوگا کہ پہلے آپ سے ملاقات ہونا چاہیئے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ۱۰ مارچ سے پہلے آپ سے ملنے کے لئے شیوگاؤں نہیں آسکوں گا کیونکہ مجھے بمبئی جانا ہے اور اس کے بعد دورہ کا جو پروگرام مرتب ہوچکا ہے اُسے بھی پورا کرنا ہے لیکن کوئی ایسا وقت اور مقام ضرور طے ہوسکتا ہے جو ہم اور آپ دونوں کے لئے مناسب ہو۔

نقل خط گاندھی جی بنام مسٹر جناح

شیوگاؤں۔ ۸ مارچ ۱۹۳۸ء

آپ نے خط میں بعض رنجدہ واقعات کو دُہرایا ہے میں اُن پر یہاں بحث نہیں کرونگا۔ بہرکیف بعض ایسے نکات ہیں جن پر تبادلہ خیالات ضروری ہے اس سلسلہ میں میں صرف یہ کہوں گا کہ میری خدمات ہر وقت حاضر ہیں۔ اگر آپ شیوگاؤں تشریف نہیں لا سکتے تو میں بشرط صحت نہایت خوشی سے بمبئی آنے کے لئے تیار ہوں فی الحال میں بنگال جا رہا ہوں اور کچھ دنوں کے لئے اڑیسہ بھی جاؤنگا اس دورہ میں ایک مہینہ صرف ہوگا اسلئے جلد سے جلد اپریل میں ملاقات ہوسکتی ہے۔

آپ نے خط میں دو سوال اُٹھائے ہیں جن کا جواب ضروری معلوم ہوتا ہے، آپ یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اب میں "امید کی جھلک" دیکھتا ہوں یا نہیں مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ابھی نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو میں اسکا ڈھنڈورا پیٹ دیتا مگر اس سے میں

بد دل نہیں ہوتا اگر مسئلہ کے حل کا ذرا بھی موقع مل جائے تو میں اس سے فائدہ اُٹھانے کو تیار ہوں۔

آپ مجھ سے متوقع ہیں کہ میں کانگرس اور ہندوستان بھر کے ہندوؤں کے نمائندہ کی حیثیت سے آپ سے گفت وشنید کروں مجھے خوف ہو کہ میں اِس امتحان میں پورا نہیں اتر سکتا۔ جن معنوں میں آپ چاہتے ہیں نہ میں کانگرس کی نمائندگی کر سکتا ہوں اور نہ ہندوؤں ہی کی۔ لیکن اس کے باوجود میں باعزت سمجھوتہ کرانے کے لئے کانگرس اور ہندوؤں پر اپنا تمام اثر و رسوخ استعمال کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرونگا۔

نقل خط مسٹر جناح بنام گاندھی جی

نئی دہلی ۱۷ مارچ ۳۸ء

چونکہ آپ اُن مختلف نکات پر بحث نہیں کرنا چاہتے جن کا میں نے اپنے خط میں ذکر کیا تھا اور دوسوالوں کا آپ نے جو جواب دیا ہے وہ بھی اُمید افزا نہیں ہے اسلئے میں بھی اپنی معذوری کا اظہار کرتا ہوں۔ بہرکیف بقول آپ کے "میری خدمات بھی حاضر ہیں" مجھے اُمید ہے کہ آپ موجودہ مشکل سے نکلنے کی راہ تلاش کرنے میں معمولی سے معمولی موقع کا بھی فائدہ اُٹھائیں گے۔ بہرطور التماس ہے کہ آپ کی تجویز کے مطابق مجھے اپریل میں بمبئی میں آپ سے مل کر مسرت ہوگی۔

نقل خط گاندھی جی بنام مسٹر جناح

کلکتہ۔ ۲۴ر مارچ ۳۸ء

خط کے لئے شکریہ۔ جس وقت میں شیو گاؤں پہونچوں گا پہلی فرصت میں آپ سے ملنے کیلئے بمبئی حاضر ہونگا۔

نقل خط مسٹر جناح بنام گاندھی جی

نئی دہلی۔ ۲۶ر مارچ ۳۸ء

۲۴ر مارچ کے خط کا شکریہ۔ ۲۵ر اپریل کے بعد کلکتہ سے واپسی پر مجھے بمبئی میں آپ سے مل کر بڑی مسرت ہوگی۔

نقل تار گاندھی جی بنام مسٹر جناح

نئی دہلی ۱۵ر اپریل ۳۸ء

اگر آپ بمبئی کی واپسی پر ایک دن کے لئے واردھا ٹھہر جائیں تو میں سفر بمبئی کی زحمت سے بچ جاؤں گا۔ ڈاکٹروں نے مجھے مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اگر آپ پسند کریں تو کیا مولانا ابوالکلام آزاد میرے ساتھ ملاقات میں شریک ہوسکتے ہیں؟ براہ مہربانی واردھا کے پتہ پر جواب بھیجئے۔ میں کل واردھا پہونچ جاؤں گا۔

نقل تار مسٹر جناح بنام گاندھی جی

کلکتہ ۱۶ر اپریل ۱۹۳۸ء

مجھے افسوس ہے کہ میں پروگرام کی تبدیلی سے قاصر ہوں میں آپ کا ۲۵ر اپریل یا اس کے بعد بمبئی میں منتظر رہوں گا۔ بہتر ہو گا کہ آپ اکیلے ہی تشریف لائیں۔

نقل تار گاندھی جی بنام مسٹر جناح

واردھا ۱۸۔ اپریل ۱۹۳۸ء

جواب کے لئے شکریہ۔ ۲۵ر اپریل کو دوشنبہ ہے اگر آپ پسند کریں تو ۲۸ر اپریل کو بمبئی آسکتا ہوں۔

نقل تار مسٹر جناح بنام گاندھی جی

کلکتہ۔ ۱۹ر اپریل ۱۹۳۸ء

شکریہ۔ میں ۲۸ر اپریل کو بمبئی میں غریب خانہ پر آپ کی تشریف آوری کا منتظر رہونگا

نقل خط مسٹر نہرو بنام مسٹر جناح

لکھنؤ۔ ۱۸ جنوری ۱۹۳۸ء

ڈیر مسٹر جناح۔ حال ہی میں آپ نے اخبارات میں جو بیان شایع کرایا ہے

میں نے اُسے بغور پڑھا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ہم مختلف نقطہ نظر سے اس سوال کو حل کرنیکی کوشش کر رہے ہیں اور میں محسوس کرتا ہوں کہ اس سلسلہ میں آپ کی کوشش زیادہ مفید ثابت نہیں ہوسکتی مگر اس بارے میں مجھے آپ سے پورا پورا اتفاق ہے کہ اخبارات کے ذریعہ بحث چھیڑنا پسندیدہ نہیں، امر واقعہ یہ ہے کہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس مسئلہ پر اخبارات میں کوئی بیان شایع نہ کراؤں گا مگر آپ کی کلکتہ والی تقریر پڑھکر جس میں آپنے میرا بھی ذکر کیا ہے اور مجھے ایک قسم کا چیلنج دیا ہے میں نے محسوس کیا کہ ایک پبلک بیان دینا ناگزیر ہے۔ اس لئے میں نے اپنا بیان شایع کرایا جسمیں غیر ضروری جھگڑوں میں پڑنے سے گریز کرنیکی کوشش کی ہے۔

آپکو غالباً معلوم ہوگا کہ میں اس معاملہ میں کچھ عرصہ سے نواب اسمٰعیل خاں سے خط و کتابت کر رہا ہوں۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کن امور پر ہمارے آپ کے اختلاف رائے ہے اور کن امور پر ہم اور آپ متفق ہیں مجھے ابھی تک اس کے متعلق کچھ بھی معلوم نہوسکا اور آپ کا تازہ ترین بیان بھی اس سلسلہ میں مفید ثابت نہ ہوا میں آپ کا شکرگذار ہونگا اگر آپ اس معاملہ میں کوئی روشنی ڈالیں اور مجھے بتائیں کہ وہ کون سے امور متنازعہ فیہ ہیں جن پر غور کرنا ضروری ہے۔ میرا خیال ہو کہ یہ بات ہم سب کے لئے مفید ثابت ہوگی اور ہمیں غیر ضروری بحث میں پڑنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اسکے بعد ہم اصل موضوع پر بحث کر سکیں گے جیسا کہ میں نے اپنے گذشتہ خط میں لکھا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جہانتک ہوسکے اُن خدشات کا جن کا طرفین کی جانب سے اظہار کیا جاتا ہے خاتمہ کر دیا جائے

اور اُن تمام مسائل کو حل کیا جائے جو ہماری پبلک زندگی کے نشو و ارتقا کے راستے میں حائل ہیں۔ اس طرح ہم ہندوستان کے لوگوں کی بہتری اور اتحاد کی ترقی کے لئے صحیح راستے پر گامزن ہوں گے۔

میں آج لاہور جارہا ہوں وہاں سے صوبہ سرحد کے دورہ پر جاؤں گا اور دس روز کے بعد الہ آباد واپس ہونگا۔ مہربانی کرکے اس خط کا جواب الہ آباد کے پتہ سے ارسال فرمایئے

آپکا مخلص (جواہر لال)

نقل خط مسٹر جناح بنام مسٹر نہرو

بمبئی ۲۵ جنوری ۱۹۳۸ء

ڈیر پنڈت جواہر لال ۔ آپ کا ۱۸ جنوری کا نوازش نامہ موصول ہوا۔ میں یہ ضرور کہونگا کہ آپکے خط کا مطلب سمجھنا میرے لئے مشکل ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ کے خط سے کسی ٹھوس اور مفید تجویز کا پتہ نہیں چلتا سوائے اسکے کہ آپ از سر نو گفتگو کرنا اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "ہم مختلف نقطۂ نظر سے اس مسئلہ کے حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں" پھر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "اس سلسلہ میں آپ کی کوشش زیادہ مفید ثابت نہیں ہو سکتی"، آپ نے میری کلکتہ کی تقریر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "آپکی تقریر پڑھکر جس میں آپ نے میرا بھی ذکر کیا ہے اور مجھے ایک قسم کا چیلنج دیا ہے میں نے محسوس کیا کہ ایک پبلک بیان دینا ناگزیر ہے اسلئے میں نے

اپنا بیان شایع کرایا۔" مگر آپ نے میری تقریر کا ماحصل نہیں بتایا اور نہ یہ بتایا کہ وہ چیلنج کیا تھا جس کی بنا پر آپ نے اُس بیان کو جو آپ نے اخبارات میں شایع کرایا ہے" ناگزیر" قرار دیا ہے۔

آپ نے نواب اسمعیل خاں کے ساتھ جس خط و کتابت کا ذکر کیا ہے اُس کا مجھے کوئی علم نہیں۔

آخر میں میں نے آپکی اُس درخواست کو نوٹ کر لیا ہے کہ مجھ کو وہ امور متنازعہ بتانا چاہیے جن پر غور کیا جانا ضروری ہے میں خوش ہوں کہ آپ مجھ سے متفق ہیں کہ اخبارات کے ذریعے سے ایسے معاملات پر بحث کرنا مناسب نہیں لیکن کیا آپ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ اس کا حل خط و کتابت سے ہو سکتا ہے؟ میرا خیال ہے کہ خط و کتابت سے ایسا کرنا اُسی طرح ناپسندیدہ ہے جس طرح کہ اخبارات کے ذریعہ سے۔

گاندھی جی کا ایک خط مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۷ء مجھے ملا تھا جس کا جواب میں نے انکو ۵ نومبر کو دیدیا ابھی تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا جس کا میں منتظر ہوں۔ آپ نے اپنے خط میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے میں اُنکی تائید کرتا ہوں۔

آپ کا مخلص

ایم۔ اے۔ جناح۔

نقل خط مسٹر نہرو بنام مسٹر جناح

واردھا ۴ فروری ۱۹۳۸ء

ڈیر مسٹر جناح۔ آپ کا ۲۵ جنوری کا خط یکم فروری کو الہ آباد پہونچا مگر میں وہاں سے روانہ ہو چکا تھا اس لئے وہ واردھا بھیجا گیا جو مجھے کل ملا۔

مجھے افسوس ہے کہ میرے گذشتہ خط کا سمجھنا آپ کے لئے مشکل ہو گیا۔ اُس خط سے میرا مطلب یہ تھا جیسا کہ میں نے اُس میں لکھا بھی تھا کہ وہ کون سے اُمور ہیں جن پر ہمارا اختلاف اور جن پر ہمارا اتفاق ہے یقیناً ہمارے درمیان کئی ایسے امور ہیں جن پر ہمارا اختلاف ہے کیونکہ آپ بارہا کانگرس کی پالیسی اور عمل پر نکتہ چینی کرتے رہے ہیں۔ اگر ان اختلافی امور کو ایک جگہ لکھ لیا جائے اور انکی طرف ہماری توجہ مبذول کی جائے تو اُن پر غور کرنا آسان ہو گا۔ ممکن ہے ان میں سے بعض غلطیاں ناسمجھی کیوجہ سے ہوں اور یہ غلط فہمی دور ہو سکتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض اُن میں کے اساسی ہوں اور اس صورت میں ہم انکی اصلاح کے طریقے سوچ سکتے ہیں یا کم سے کم اپنی پوزیشن دریافت کر سکتے ہیں جب آراء میں اختلاف ہو تو متضاد رایوں پر بحث کرنے سے پہلے انکو اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے۔

میں اس سلسلہ میں چند جزئی معاملات کا ذکر کرتا ہوں جنکی وجہ سے کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں مثلاً آپ نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ آپ کو کسی نے مطلع کیا کہ حال ہی میں مبلغ پانچ لاکھ روپیہ کا چک کسی صاحب نے کانگرس کے نذر کیا۔ مجھے اسکا کوئی علم

نہیں حالانکہ مجھے ضرور علم ہونا چاہیئے تھا بلکہ اصل تو یہ ہے کہ جہاں تک مجھکو علم ہے عرصہ دراز سے پانچ ہزار بھی کسی نے کانگریس کو نہیں دیئے۔

اسی طرح آپ نے اسی تقریر میں یا شاید کسی دوسری تقریر میں عدم تعاون کے دنوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اُس زمانہ میں علی گڈھ یونیورسٹی کو بند کردینا پڑا تھا۔ اور اس سے بہت سے لوگوں نے عدم تعاون کیا مگر بنارس یونیورسٹی سے ایک شخص نے بھی ایسا نہ کیا حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ بنارس یونیورسٹی سے بھی طلبا کی ایک بڑی تعداد نے عدم تعاون کیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ایک غیر سرکاری یونیورسٹی کاشی ودیا پیٹھ بنارس میں قائم کیگئی اور گاندھی آشرم کھولا گیا اور یہ دونوں اب بھی موجود ہیں، اسی طرح علیگڈھ میں جامعہ ملیہ وجود میں آیا جو اب دہلی میں کامیابی سے چل رہا ہے۔

آپ نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا ہے کہ کانگرس ہندی یا ہندوستانی زبان کو ترجیح دینے اور اردو کو پامال کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو اس کے متعلق بالکل غلط اطلاع دیگئی ہے کیونکہ مجھے کانگریس کی کسی ایسی کوشش کا علم نہیں جو اُس نے اُردو کو نقصان پہونچانے کے لئے کی ہو، کچھ عرصہ ہوا میں نے "مسئلہ زبان" پر ایک مضمون لکھا تھا جس میں کانگرس کے نقطۂ نگاہ کی ترجمانی کیگئی تھی، اس مضمون کی مہاتما گاندھی نے نیز اُن لوگوں نے جن کا کانگرس سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو اُردو کی ترقی کے بہت بہی خواہ ہیں مثلاً مولوی عبدالحق سکریٹری انجمن ترقی اُردو حیدرآباد نے بھی تائید کی تھی۔ مجھے علم نہیں کہ آپ نے یہ مضمون دیکھا ہے یا نہیں بہرحال میں نے الہ آباد میں اپنے دفتر

کو ہدایت کر دی ہے کہ آپ کو اسکی ایک کاپی بھیجدیں۔ اگر آپ میری دلائل یا نتائج سے اختلاف رکھتے ہوں تو مجھ کو مطلع فرمائیے میں آپکی تنقید کا ممنون ہونگا۔

اس سلسلہ میں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مدراس میں کانگرس منسٹری صوبہ کے سرکاری اسکولوں میں ہندوستانی زبان کو رائج کرنے کی کوشش کر رہی ہے، اس مقصد کے لیے بعض ابتدائی کتابیں اور ٹکسٹ بکس جامعہ ملیہ سے خاص طور پر تیار کرائی جا رہی ہیں۔ یہ ابتدائی کتابیں دونوں رسم الخط یعنی دیوناگری اور اُردو میں ہونگی مگر الفاظ ایک ہی ہونگے البتہ طالب علم کو کسی رسم الخط کے پسند کرنے کا اختیار ہوگا۔

یہ چند ضروری باتیں میں نے آپکو اس لیے لکھیں کہ معلوم ہو جائے کہ غلط فہمیاں کیونکر پیدا ہوتی ہیں۔ اصلی مسائل جو متنازعہ فیہ ہیں یہ لسنے کہیں زیادہ اہم اور ضروری ہیں لہذا انھیں کا تجزیہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کانگرس نے اقلیتوں اور بنیادی حقوق اور فرقہ وارانہ سوال کے متعلق جو رزیلیوشن پاس کئے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ کو ان سب کا علم ہوگا۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو یہ سب رزولیوشن بھجوا سکتا ہوں۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء کے آخر میں کلکتہ میں کانگرس ورکنگ کمیٹی کا جو اجلاس ہوا تھا اس میں ایک رزلیوشن کے ذریعہ سے یہ سب رزولیوشن یکجا کر دیے گئے اور جہانتک کمیونل ایوارڈ کا تعلق ہے کانگرس کی پوزیشن کی وضاحت بارہا کی جا چکی ہے۔

اگر ان رزولیوشنوں میں کانگرس کی پالیسی غلط یا نامکمل ہو تو آپ اُسے مکمل کرنے یا اسکی اصلاح کے متعلق مشورہ دیسکتے ہیں۔ ہم خوشی سے اسپر غور کریں گے۔ ذاتی

طور پہ میرا یہ خیال ہے کہ جہاں تک تمدنی یا مذہبی سوالات کا تعلق ہے کانگرس اِس سے زیادہ اور کیا کر سکتی ہے اور جہاں تک سیاسی (فرقہ وارانہ) سوالات کا تعلق ہے کمیونل ایوارڈ موجود ہے گو یہ غیر تسلی بخش سہی مگر جب تک طرفین کی رضامندی سے اسکا کوئی نعم البدل نہ ملے تب تک اسکے سوا اور کیا کیا جائے۔

جہانتک زیادہ تر وسیع اور اہم سیاسی مسائل کا تعلق ہے کانگرس کئی سال سے ایک خاص پالیسی اور اصولوں پر کاربند چلی آرہی ہے گو کہ وقتاً فوقتاً اس میں جزئی ترمیمیں ہوتی رہی ہیں۔ گذشتہ سال واردھا میں ورکنگ کمیٹی کی جو میٹنگ ہوئی تھی اُس میں لیجسلیچر کے اندر اور باہر کانگرس کی پالیسی کی وضاحت کرنے کے لئے ایک جامع رزولیوشن پاس کیا گیا تھا۔ مجھے نواب اسمٰعیل خاں اور چودھری خلیق الزماں سے یہ معلوم کرکے ازحد خوشی ہوئی کہ یو پی مسلم لیگ یا یو پی مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ نے اس پروگرام کو تسلیم کرلیا۔ اس رزولیوشن میں ہمارا آزادی کا منتہائے نظر، نمایندہ اسمبلی کا مطالبہ اور نئے آئین اور فیڈریشن کے متعلق ہمارا عام طرزِ عمل اور لیجسلیچر کے اندر اور باہر ہمارا طریق کار سب درج تھے۔ اسی رزولیوشن میں ہمارے کسانوں اور مزدوروں کا پروگرام بھی تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف اصولی امور پر بلکہ اکثر جزئی امور پر بھی ایک بڑی حد تک ہم میں اتفاق رائے تھا۔

اس قدر اتفاق ہونے کے باوجود بھی مجھے یہ جان کر ازحد رنج ہوا کہ پھر بھی ہمارے درمیان اسقدر اختلاف موجود ہے۔ اس لئے میں نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ آخر

اختلاف کن امور میں ہے۔ چونکہ مجھے معلوم نہیں کہ امور متنازعہ فیہ کیا کیا ہیں لہذا میں کسی قسم کی کوئی تجویز پیش نہیں کرسکتا آپ کی تقریروں میں بعض جملے اس مضمون کے مجھ کو ملے کہ کانگرس ہندوستان میں "ہندو راج" قائم کرنا چاہتی ہے مجھے معلوم نہیں کہ کس طرح ہندو راج قائم ہو رہا ہے اور کون کر رہا ہے۔ اگر کسی کانگرسی وزارت یا کانگرس کمیٹی نے کوئی غلطی کی ہے تو ہمیں اسکے متعلق بتایا جائے۔

کلکتہ میں جو آپ نے تقریر کی تھی اسکی رپورٹ یقیناً آپکی نظر سے گذری ہو گی لہذا اسکا خلاصہ آپ کو بتانا بیفائدہ ہے اس میں آپ نے کہا تھا کہ آپ کی جنگ کانگرس اور کانگرسی لیڈروں کے خلاف ہے جو ہندوؤں کو گمراہ کر رہے ہیں، نیز یہ کہ آپ کانگرس ہائی کمانڈ کے ہوش و حواس بجا کر دینگے، کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ لوگ جن کے ہاتھ میں کانگرس کی باگ ہے سوائے برٹش امپیریلزم کے اور کسی سے لڑنا جھگڑنا نہیں چاہتے۔ بہر حال اگر ہم دھوکا بازی کرتے ہیں یا غلط راستے پر چلتے ہیں تو ہمکو اپنے معترضین سے یہ دریافت کرنے کا بھی حق ہے کہ ہم نے یہ غلطیاں کب اور کسطرح کیں۔

آپ نے اسی تقریر میں کہا ہے "میں نے عرصہ ہوا پنڈت جواہر لال نہرو کو چیلنج دیا تھا اور اب پھر دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور ہمارے ساتھ بیٹھکر ایک ایسا تعمیری پروگرام مرتب کریں جس سے غریب لوگوں کو فوری امداد ملے"۔ یہ وہی چیلنج ہے جسکا میں نے اپنے گذشتہ خط میں ذکر کیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے کب پہلے مجھے اس قسم کا چیلنج دیا تھا۔

مختلف فیہ مسائل پر رو برو گفتگو کرنا اور بحث و مباحثہ کرنا بہت مفید ہوتا ہے اور ایسا کرنے کو ہم ہمیشہ خوشی سے تیار رہے ہیں تھوڑا عرصہ ہوا کہ آپ سے اور مولانا ابوالکلام آزاد سے ملاقات ہوئی تھی مولانا صاحب ہمارے ایک نہایت محترم لیڈر ہیں جن سے بڑھ کر اقلیتوں کے مسئلے نیز دیگر اہم مسائل پر کانگرس کے نقطۂ نظر سے کوئی گفتگو نہیں کر سکتا جب کبھی ضرورت محسوس ہوگی ہم میں سے ہر ایک مصالحت کی گفت و شنید کا خیر مقدم کریگا۔ لیکن جب تک بعض خیالات کی وضاحت پیشتر سے نہ ہو جائے اس قسم کی گفتگو مبہم اور بے سود ہوگی۔ البتہ مراسلت سے بھی یہ کام نکل سکتا ہے جو بعض اوقات بالمشافہہ گفتگو سے زیادہ مفید ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اختلافات بتا کر ہماری پوزیشن صاف کرنے میں ہمکو مدد دیں گے۔

آپ نے کانگرس پر بھی پر زور الفاظ میں نکتہ چینی کی ہے اور کوئی شک نہیں کہ آپ کو ایسا کرنے کا پورا حق تھا مگر کیا ہم کو یہ حق نہیں کہ ہم آپ سے عرض کریں کہ پبلک میں نہ سہی پرائیوٹ طور پر ہمکو مطلع کیا جائے کہ اس نکتہ چینی کے کیا وجوہ ہیں۔

میں نے مہاتما گاندھی سے آپ کے خط مورخہ ۵ نومبر ۳۷ء کے متعلق دریافت کیا تھا اُن کو یہ خط کلکتہ میں ملا تھا جبکہ وہ بستر علالت پر تھے انکی رائے میں اس خط کا جواب ضروری نہ تھا۔ آپ کا خط اون کے خط کے جواب میں تھا اس لیئے اسی وقت معاملہ ختم سمجھنا چاہیئے تھا۔ مہاتما جی نے از راہِ مہربانی مجھے اپنا اور آپ کے دونوں خط دکھا دیے تھے اور میرے نزدیک بھی کسی خاص جواب کی ضرورت نہ تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے کل ہی آپ

کو خط لکھا ہے۔ میں ۹ فروری تک الہ آباد پہونچ جاؤں گا۔

آپ کا مخلص

جواہر لال نہرو

نقل خط مسٹر جناح بنام مسٹر نہرو

نئی دھلی۔ ۱۷ فروری ۱۹۳۸ء

ڈیر پنڈت جواہر لال نہرو۔ آپ کا ۴ فروری کا خط ملا۔ آپ نے ایکی مرتبہ مجھ پر اور زیادہ شکایتوں کی بوچھار شروع کی ہے گو وہ معمولی قسم کی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اُن اخبارات پر زیادہ تر بھروسہ کرتے ہیں جو میرے متعلق غلط فہمیاں پھیلانے اور میرے خلاف شرارت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ مگر مجھے خوشی ہے کہ آپ کو خود اعتراف ہے کہ غلطیاں کس طرح پیدا ہوتی ہیں۔ حقیقی سوال یہ ہے کہ پوزیشن کی وضاحت کی جائے اندریں حالات میرا خیال ہے کہ مختلف امور کے متعلق جن کا آپ نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے خط وکتابت جاری رکھنا لاحاصل ہے۔ آپ براہ مہربانی اُن اُمور کو بیچ میں لانے کی کوشش نہ کریں جن کے متعلق آپ نے نواب اسمٰعیل خاں سے یا چودھری خلیق الزماں سے خط وکتابت کی ہے کیونکہ ایسا کرنے میں اور الجھن پیدا ہوگی اور معاملہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

جہانتک میری کلکتہ کی تقریر کا تعلق ہے میں نے لفظ "چیلنج" نہیں کہا تھا۔ یہ اخبارات کے رپورٹروں کی اُپج معلوم ہوتی ہے۔ تقریر کے ربط سے معلوم ہوتا ہے کہ

لفظ "دعوت" ہونا چاہئے تھا۔ بہرحال ان تمام معاملات کا خط و کتابت کے ذریعہ طے پانا مشکل ہے۔ آپنے کہا ہے کہ میں نے کانگرس پر نکتہ چینی کی ہے اسکا اگر پبلک میں نہیں تو کم ازکم پرائیوٹ طور پر ثبوت مہیا کردں۔ مگر پبلک یا پرائیوٹ میرے لئے دونوں برابر ہیں۔ میں نے پبلک طور پر جو کچھ کہا ہے اسکا ثبوت دینے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ اسکی رپورٹ صحیح صحیح کی گئی ہو۔ آپ کے اس خط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ جن امور کے متعلق اختلاف ہے اُس کو خط و کتابت کے ذریعہ سے واضح کروں مگر یہ طریقہ جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں ناپسندیدہ اور غیر موزوں ہے، البتہ جیسا آپ تجویز کرتے ہیں روبرو گفتگو کے لئے تیار ہوں مگر دقت یہ ہے کہ آپ ایک دوسرے کی باتیں کرنا چاہتے ہیں اور میں ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرنا چاہتا ہوں، یقیناً آپ کو اُن امور کا علم ہے اور ہونا چاہئے بھی کہ جن پر ہمارا آپ کا اختلاف ہے۔

مسٹر گاندھی کا خط مجھے مل گیا ہے جسکا جواب بھی میں نے دیدیا۔ اُس کی ایک نقل آپ کو بھیج رہا ہوں۔

آپکا مخلص

ایم۔ اے جناح

نقل خط مسٹر نہرو بنام مسٹر جناح

بمبئی۔ ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء

ڈیر مسٹر جناح۔ آپ کا خط ۱۷ فروری کا مجھے ہری پورہ میں ملا۔ آپ پر شکایتوں

کی بوچھار کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں نے یہ جاننے کے لئے کہ آپ کی شکایتیں کیا ہیں آپکی تقریریں اخبارات میں پڑھیں (ان تقریروں کی رپورٹیں عام طور پر کسی نیوز ایجنسی کے ذریعے اخبارات کو مہیا کی جاتی ہیں) آپنے جن امور پر زیادہ زور دیا تھا میں نے انکو نوٹ کرلیا مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ یہ رپورٹیں اکثر غلط شایع ہوئیں اور اس لئے غلط فہمی پیدا ہوئی مگر آپ نے یہ نہیں بتایا کہ کونسی تحریر یا تقریر کی غلط رپورٹ کیگئی، اور نہ آپ نے اخبارات کو اپنی غلط تقریروں کی تصحیح کے لئے کوئی بیان وغیرہ بھیجا۔ کیا میں آپ سے یہ عرض کرسکتا ہوں کہ اُن غلطیوں کی اصلاح ضروری ہے۔ تاکہ پبلک کے دل میں خواہ مخواہ غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ آپ کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوجائیگا کہ آپ کا مقصد کیا ہے اور آپ کس بات پر اعتراض کرتے ہیں۔

آپ چاہتے ہیں کہ نواب اسمٰعیل خاں اور چودھری خلیق الزماں کے ساتھ جو گفتگو کی گئی اس کا ذکر ہماری آپ کی خط و کتابت میں نہ آئے۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ اُنکا نقطۂ نگاہ اور ہے اور آپ کا اور ہے اس سے میرا صرف یہ مقصد تھا کہ آپ پر واضح کروں کہ میں مسلم لیگ کی فرقہ وارانہ اور سیاسی پالیسی کو معلوم کرنے کیلئے کس قدر کوشش کر رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ کس معاملہ پر مسلم لیگ کا کانگریس سے اتفاق اور کس معاملہ پر اختلاف ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو یاد ہوگا آپ نے گذشتہ سال کہا تھا کہ مسلم لیگ سیاسی امور کے متعلق بھی کانگریس سے بالکل مختلف پالیسی رکھتی ہے مگر اب مسلم لیگ نے اپنا منتہائے مقصود اور اقتصادی نقطۂ نگاہ میں تبدیلی کردی ہے اور اس طرح وہ کانگریس سے زیادہ نزدیک

ہو گئی ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ ان تبدیلیوں کے حقیقی کیا معنی ہیں، اس وضاحت کے بغیر موجودہ پوزیشن کو سمجھنا ہمارے لئے مشکل ہے، آپ کہتے ہیں کہ آپ اس اصول کو نہیں مانتے جو میں نے مقرر کیا ہے یعنی یہ کہ "ہم آپ سے یہ کہنے کے مجاز نہیں ہیں کہ جو نکتہ چینی کانگرس پر کی گئی ہے تو اسکا ثبوت اگر پبلک نہیں تو پرائیوٹ طور پر دیا جائے" آگے بڑھکے آپ یہ کہتے ہیں کہ "میرے لئے اس قسم کا ثبوت پبلک اور پرائیوٹ دونوں طور پر پیش کرنا یکساں ہے"۔ نیز یہ کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے اُس کے ثابت کرنے کے لئے آپ تیار ہیں بشرطیکہ رپورٹ صحیح کی گئی ہو۔ اگر آپ میرے جملہ کو دوبارہ پڑھیں تو یقیناً آپ دیکھیں گے کہ اس قسم کا اصول میں نے کہیں نہیں مقرر کیا۔ مگر ان نکتہ چینیوں پر جو آپ نے کی ہیں پبلک بحث کرنا مجھ کو دل سے منظور ہے۔ اگر آپ اس بحث کی اشاعت اخبارات میں نہیں چاہتے جیسا کہ آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے تو میں اتنا کہونگا کہ کم سے کم ہم آپ سے اس کے ضرور متوقع ہیں کہ ان نکتہ چینیوں کا ثبوت پرائیوٹ تو ضرور دیا جائے۔

اگر کوئی نکتہ چینی آپ نے کی ہی نہیں اور پریس کی رپورٹیں بالکل غلط ہیں تو ثبوت کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوگا۔ اس صورت سے یہ کرنا چاہیئے کہ ایسی غلط رپورٹوں کی تردید کی جائے اور اگر نکتہ چینی کی گئی ہے جیسا کہ میرے نزدیک ضرور کی گئی ہے تو میں آپ سے یہ ضرور درخواست کرونگا کہ اسکی تصدیق پبلک یا پرائیوٹ طور سے جیسا آپ پسند کریں ضرور ہونا چاہیئے۔ میری ذاتی رائے ہے کہ پبلک طور سے ہونا چاہیئے۔

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ابتک مجھے نہیں معلوم کہ امور نزاعی کیا ہیں اسی وجہ سے

میں بار بار آپ سے انکی وضاحت چاہتا ہوں ابتک اس معاملہ میں آپ نے کوئی مدد نہیں فرمائی بلاشک و شبہہ ہم آپ سے ملنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ ہمارے پریسیڈنٹ سبھاش چندر بوس مولانا ابوالکلام آزاد، یا میں، یا ورکنگ کمیٹی کا کوئی دوسرا ممبر حسب موقع آپ سے ہر وقت ملاقات کر سکتے ہیں۔

لیکن یہ دیکھنا ہے کہ بر وقت ملاقات بحث کا موضوع کیا ہو۔ ذمہ دار لوگ جن کے ہاتھ میں منظم جماعتوں کی باگ ہوتی ہے اہم اور پیچیدہ مسائل کو محض ایک بادہوائی طریقہ سے نہیں طے کرتے۔ تنقیحات کی توضیح اصلی مطلوب اور غیر مطلوب چیزوں کی تصریح یہ سب ہونا ضروری ہیں ورنہ ہم کسی نتیجہ پر نہیں پہونچ سکتے، غالباً آپ کو یاد ہوگا کہ دہلی میں ۱۹۳۵ء میں آپ کے اور بابو راجندر پرشاد کے درمیان کیا پیش آیا تھا، اگر خدا نہ کردہ پھر ایسا ہی اتفاق ہوا تو پھر بحث آگے بڑھے گی۔

لہذا بنیادی امور کی تفصیل و تحقیق پہلے ہوجانا بہت ضروری ہے اور یہ اسلئے بھی ضروری ہے کہ ہم کو ہر معاملہ پر جو کانگرس پالیسی سے تعلق رکھتا ہے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا لازمی ہے۔ میرے نزدیک اگر یہ اہم امور خط و کتابت سے بھی طے ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ یا قباحت نہیں۔ یہی طریقہ افراد اور جماعتوں کی گفتگو میں معمولاً اختیار کیا جاتا ہے، آپ کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے مطلع فرمائیے۔

آپ کا مخلص

جواہر لال نہرو

نقل خط مسٹر جناح بنام مسٹر نہرو

نئی دھلی ۔ ۳ر مارچ ۱۹۳۸ء

ڈیر پنڈت جواہر لال ۔ مجھے آپ کا ۲۵ر فروری کا خط ملا۔ مجھکو افسوس ہے کہ اسمیں بھی وہی اشارات و کنایات اور ہر قسم کی جزئی جزئی باتیں ہیں جو اصل موضوع سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ مثلاً ضروری مسئلہ مفاہمت کی کس طرح ابتدا کی جائے۔ خط کے آخر میں آپ لکھتے ہیں اور اس پر زور دیتے ہیں کہ میں تمام امور متنازعہ فیہ تیار کروں اور آپ کے غور کرنے کے لئے پیش کروں اس کے بعد خط و کتابت شروع کی جائے۔ میرے نزدیک یہ طریقہ بالکل ٹھیک نہیں اور غیر پسندیدہ ہے۔ جس طریقہ پر آپ زور دیتے ہیں البتہ فریقین مقدمہ کے درمیان اختیار کیا جا سکتا ہے جس میں کہ بعد کو ان دونوں کے وکلاء آپسمیں بحث و مباحثہ کریں۔ ظاہر ہے کہ اہم نزاعیں اس طرح طے نہیں ہو سکتیں۔

آپ جب یہ کہتے ہیں کہ "مجھے امور متنازعہ فیہ کا علم ہی نہیں"، تو مجھے سخت حیرت ہوتی ہے۔ یہ معاملہ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۵ء تک بڑے بڑے لیڈروں میں زیر بحث رہا مگر ابتک کوئی حل معلوم نہ ہو سکا۔ میں آپ سے عرض کرونگا کہ اس کو پھر مطالعہ کیجئے اور آسانی اور تندھی کو کام میں نہ لائیے۔ اگر آپ مستعد ہو جائیں تو اختلافی امور کا دریافت کرنا کوئی مشکل امر نہیں کیونکہ ان پر اخبارات میں اور پبلک اسپیچوں میں بھی جب سے لے کے آجتک برابر بحث ہوتی رہی ہے۔

آپکا مخلص

ایم۔ اے۔ جناح

نقل خط مسٹر نہرو بنام مسٹر جناح

الہ آباد۔ ۸ مارچ ۱۹۳۸ء

ڈیر مسٹر جناح - آپ کے خط مورخہ ۳ مارچ کا شکریہ۔ افسوس ہے کہ ہم اپنے خطوط میں بار بار ایک ہی بات دہرا رہے ہیں۔ میں آپ سے متواتر پوچھ چکا ہوں کہ وہ امور متنازعہ فیہ کیا ہیں جن پر بحث کی جائے اور آپ ہر مرتبہ یہی فرماتے ہیں کہ اسکا فیصلہ خط وکتابت سے نہیں ہو سکتا، اُسی کے ساتھ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ متنازعہ فیہ مسائل پر پریس میں اور پلیٹ فارم پر مسلسل اور حال ہی میں بحث ہو چکی ہے، پریس کی رپورٹیں اور آپکی اسپیچیں میں نے بغور پڑھیں اور پوری کوشش کی کہ مسائل مذکور دریافت کروں کہ کیا ہیں مگر بجائے اُنکے چند اعتراضات مجھ کو ملے جو آپ نے کانگرس پر کئے تھے، اپنے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ تقریروں کی رپورٹ غلط لیگئی ہے لیکن یہ نہیں کہا کہ صحیح رپورٹ کیا ہونا چاہئے تھی۔ پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ جزئی باتیں ہیں مگر یہ نہیں فرماتے کہ اہم باتیں آخر کون سی ہیں یقیناً اب میری مشکل کو آپ سمجھ گئے ہونگے، میں نے کوئی اشارے اور کنائے آپ پر نہیں کئے جیسا کہ آپ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں اور نہ کوئی خارج از بحث باتیں لکھیں۔ مہربانی کرکے وہ باتیں بتائیے جو خارج از بحث نہیں بلکہ بحث سے متعلق ہوں۔ ممکن ہے میری عقل موٹی ہو یا میں مسئلہ کی پیچیدگیوں سے پوری طرح واقف نہ ہوں، اگر ایسا ہے تو میری رہنمائی کیجائے اور اُن بیانات سے میں مطلع کیا جاؤں جو اخبارات یا تقریروں میں اسکے

متعلق شائع ہو چکے ہیں اس ہدایت کیلئے میں آپ کا بہت شکر گذار ہونگا۔

میری یہ خواہش ہرگز نہیں، جیسا میں آپ سے مکرر عرض کر چکا ہوں، کہ یہ بحث خط و کتابت سے جاری رکھی جائے بلکہ میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ بحث و نزاع کے پوائنٹ کیا ہیں؟ قومی مسائل اسی طرح طے ہوتے ہیں اور قومی اور بین الاقوامی مسائل کے طے کرنے میں یہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

آپ کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ یہ معاملہ ۲۵ء سے ابتک چل رہا ہے۔ اس سے کیا یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ یہ طویل مدت ہمکو سبق دیتی ہے کہ کن چیزوں کو ہم پہلے صاف کرلیں تاکہ اصلی اور غیر اصلی امور الگ الگ ہو جائیں؟ علاوہ بریں گذشتہ چند سال میں اکثر ایسے واقعات پیش آئے جن سے صورت حال بدل گئی ہے۔ مثالاً کمیونل ایوارڈ کو لیجئے۔ اب آپ کیا یہ چاہتے ہیں کہ اسکا تصفیہ کسی دوسری بنیاد پر کیا جائے۔

یہ ظاہر ہے کہ کانگرس ہر قسم کی غلط فہمی اور نزاع کے اسباب دور کرنے کی دل سے خواہشمند رہی ہے اور یہ صرف اسوجہ سے نہیں کہ ایک اہم قومی کام ہے بلکہ اسوجہ سے بھی کہ غلط فہمیوں سے کانگرس کے کام میں سخت دقت پڑتی ہے اسیوجہ سے کانگرس نے اس مسئلہ پر بارہا غور کیا اور ایسے رزولیوشن پاس کئے اور ایسی تجویزیں پیش کیں جو اُس کے نزدیک صحیح اور مناسب تھیں۔ اسوقت میں یہ بحث نہیں اٹھانا چاہتا کہ یہ تجویزیں فی الواقع صحیح اور مناسب تھیں یا نہیں ممکن ہے کہ یہ چیز بحث طلب ہو مگر اپنی دانست میں ہم نے اس معاملہ میں پوری کوشش کی۔ اگر ہم اُس حد تک کامیاب نہیں ہوئے کہ جسکی ہم کو اُمید تھی تو اسکو سوائے ہماری

بدنصیبی کے اور کیا کہا جائے اور ہم نہایت خوشی ایسی تجویزوں پر عمل کرنے کیلئے تیار ہیں جس سے بہتر نتائج پیدا ہوں۔

اس مسئلہ کے حسب ذیل پہلو ہوسکتے ہیں۔

(۱) کمیونل ایوارڈ جس میں جداگانہ انتخاب اور نشستوں کا تحفظ شامل ہے۔

(۲) مذہبی حقوق کی حفاظت۔

(۳) کلچر (تہذیب و تمدن) کی حفاظت۔

غالباً یہی تین بڑے پوائنٹ ہوسکتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی جزئی امور ہیں مگر اسوقت میں انکا ذکر نہیں کرونگا کیونکہ آپ صرف ضروری اور اہم امور کو جاننا چاہتے ہیں کمیونل ایوارڈ کے متعلق کانگرس کا مسلک بالکل واضح کردیا گیا ہے، کیا آپ اس کے متعلق بھی کوئی بحث و مباحثہ چاہتے ہیں۔ مہربانی کرکے مطلع فرمایئے۔

مذہبی اور تمدنی ضمانتوں کے متعلق کانگرس جہانتک ممکن تھا ہر طرح کا یقین دلاچکی ہے اور ضمانت کرچکی ہے اسکے سوا اگر مزید تحفظ کی ضرورت سمجھی جائے تو وہ ہم کو بتایا جائے۔ زبان کے تحفظ کے متعلق جسکا ذکر آپ نے اپنی اسپیچوں میں کیا ہے میں آپ کو اپنے کسی پہلے خط میں لکھ چکا ہوں اور اپنا رسالہ بھی بھیج چکا ہوں، مجھکو امید ہے کہ آپ اسکے نتائج سے ہمخیال ہونگے اب فرمایئے کہ انھیں امور پر بحث ہونا چاہئے یا دوسرے امور پر جنکا ذکر میں نے نہیں کیا۔ اسمیں کوئی شک و شبہہ نہیں کہ ہمارے تمام مباحث کی اساس و بنیاد سیاسی اور اقتصادی ہونا ضروری ہے پھر مکمل آزادی کیلئے ہماری کوششیں۔ شہنشاہیت کے

خلاف ہماری جد وجہد۔ ہمارا طریقۂ عمل جہاں عمل کی ضرورت ہو۔ جنگ کی پالیسی سے ہمارا اختلاف۔ غریب ہندوستان اور ہندوستانیوں کو کھک کرنے کے خلاف ہماری کوششیں۔ کسانوں اور مزدوروں کے معاملات۔ غرضکہ یہ اور اسی قسم کے دیگر اہم مسائل ہمارے مطمح نظر ہیں۔ میرا خیال ہے کہ مسلم لیگ کی پالیسی بھی اب بدل گئی ہے لہذا کانگرس اور مسلم لیگ کے خیالات میں اب کوئی بڑا فرق نہ ہونا چاہیئے۔

میں اپنے خطوط میں ایک ہی چیزیں بار بار دُھرا رہا ہوں لہذا آپ سے اس تکرار اور اعادہ کی معافی چاہتا ہوں۔ یہ میں اس لئے کرتا ہوں کہ میرا نقطہ نظر آپ کے پوری طرح ذہن نشین ہوجائے اور مجھے یقین ہے کہ یہی نقطہ نظر کانگرس میں میرے ساتھیوں کا بھی ہے۔

میری ہرگز خواہش نہیں کہ اپنا اور آپکا قیمتی وقت ان طویل تحریروں کے پڑھنے لکھنے میں ضایع کروں مگر میری افتادِ طبیعت یہی ہے کہ کوئی معاملہ جبتک اچھی طرح میری سمجھ میں نہیں آجائے اُسوقت تک نہ میرا دماغ اسکے متعلق کام کرسکتا ہے اور نہ میں کوئی عمل کرسکتا ہوں۔ مسائل کو مبہم رکھنا یا اُن کے حل سے بچنا میرے نزدیک بالکل تضیعِ اوقات ہے۔ اس سے مجھ کو حیرت ہوئی کہ باوجود متواتر درخواستوں کے مجھ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ کن مسائل پر گفتگو ہوگی۔

مجھ کو معلوم ہوا کہ گاندھی جی نے آپ کو خط لکھا ہے جس میں آپ سے ملاقات کرنیکی مستعدی ظاہر کی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں اب کانگرس کا پریسیڈنٹ نہیں ہوں اس لئے اب وہ نمایندہ حیثیت میری نہیں ہے لیکن اگر کسی طرح میں مفید ثابت ہوسکتا ہوں تو میری خدمات کانگرس کے لئے ہر وقت حاضر ہیں اور میں آپ سے ملکر اور تبادلۂ خیالات کرکے

بہت مسرور ہونگا۔

آپکا مخلص

جواہر لال نہرو

نقل خط مسٹر جناح بنام مسٹر نہرو

نئی دھلی۔ ۱۷ مارچ ۳۸ء

ڈیر پنڈت جواہر لال۔ آپ کا خط مورخہ ۸ مارچ موصول ہوا۔ آپ نے اپنے خط مورخہ ۱۸ جنوری میں خواہش ظاہر کی تھی کہ ہندو مسلم مفاہمت کے متعلق امور متنازعہ فیہ بتائے جائیں اس کے جواب میں میں نے لکھا تھا کہ یہ معاملہ ایسا نہیں کہ خط وکتابت سے طے کیا جائے اور نہ اخبارات کے ذریعہ سے طے ہونا چاہئے تو آپ نے چوتھی فروری کے خط میں ان شکایات کی ایک پوری فہرست لکھدی جو کانگرس پر میری نام نہاد تنقید کے متعلق کی گئی تھیں درانحالیکہ ان کا تعلق ہمارے مختلف فیہ مسائل سے کچھ بھی نہیں ہے اس کے بعد آپ اپنے اسی خیال پر مصر رہے اور اب بھی آپ کی یہی رائے معلوم ہوتی ہے کہ وہ معاملات گو کہ اصل موضوع سے متعلق نہوں مگر پھر بھی اُن پر بحث کی جائے۔ مگر میں یہ نہیں چاہتا جیسا کہ میں آپ کو گذشتہ خط میں لکھ چکا ہوں۔

جس مسئلہ پر ہم نے بحث شروع کی تھی وہ مسلمانوں کے مذہب، کلچر (تمدن) زبان شخصی قوانین اور سیاسی حقوق کے تحفظ کے متعلق تھا نیز یہ کہ ملک کے انتظام اور حکومت میں انکو کسقدر حصہ ملنا چاہئے۔ اس بارے میں متعدد تجاویز پیش کیگئی ہیں جس سے مسلمان غالباً مطمئن

ہو جائیں گے اور اُن میں کم سے کم ان کی اکثریت میں تحفظ اور اعتبار کا پورا خیال پیدا ہو جائیگا مجھ کو آپ کی اس تحریر پر تعجب ہوتا ہے کہ "ممکن ہے میری عقل موٹی ہو یا میں مسئلہ کی پیچیدگیوں سے پوری طرح واقف نہ ہوں۔ اگر ایسا ہے تو میری رہنمائی کیجائے اور اُن بیانات سے میں مطلع کیا جاؤں جو اخبارات یا تقریروں میں اسکے متعلق شایع ہو چکے ہیں، اس ہدایت کے لئے میں آپ کا بہت شکر گذار ہونگا۔" غالباً آپ نے ۱۴ مدات (۱۴ پوائنٹ) ضرور سُنے ہونگے۔

اس کے علاوہ آپ فرماتے ہیں "گذشتہ چند سال میں کئی ایسے واقعات پیش آئے ہیں جن سے صورت حال بدل گئی ہے" میں اسبارے میں آپ سے متفق ہوں اور حال ہی میں اخبارات میں کئی تجاویز پیش کی گئی ہیں مثلاً ۱۲ فروری ۱۹۳۸ء کے اخبار "اسٹیٹسمین" میں ایک مضمون چھپا ہے۔ جسکا عنوان "مسلم کی آنکھوں سے" ہے (نقل ارسال خدمت ہے) پھر اخبار نیو ٹائمز مورخہ یکم مارچ ۱۹۳۸ء میں ایک آرٹیکل ہے جسمیں آپ کے اس بیان سے بحث کیگئی ہے جو میرا خیال ہے کہ ہری پورہ کانگرس سشن کی تقریر میں آپ نے کیا تھا یعنی آپنے فرمایا تھا کہ "میں نے فرقہ وارانہ (کمیونل) مسئلہ کو دوربین سے بھی دیکھا مگر جب اس میں کچھ نہ ہو تو کوئی کیا دیکھ سکتا ہے" اس آرٹیکل میں بھی چند تجاویز پیش کیگئی ہیں (نقل آرٹیکل ارسال خدمت ہے) آپ نے مسٹر اینے کا انٹرویو بھی دیکھا ہوگا جس میں اُنھوں نے مسلم لیگ کے بعض مطالبات کا ذکر کرتے ہوئے کانگرس کو متنبہ کیا ہے۔

ان تمام باتوں سے ظاہر ہے کہ وہ متعدد تجاویز جو اس معاملہ میں کیجا چکیں یا آیندہ کی جائیں یا جن کے کئے جانیکی اُمید ہے وہ سب اس قابل ہیں کہ اچھی طرح انکا تجزیہ کیا جائے

اور میرے نزدیک ہر سچے قوم پرست (نیشنلسٹ) کا فرض ہے خواہ وہ کسی پارٹی یا جماعت سے تعلق رکھتا ہو کہ صورت حال کو اچھی طرح جانچے اور مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان مفاہمت کا محاذ اور ایک حقیقی متحدہ فضا پیدا کر دے۔ یہی فکر اور یہی فرض جس قدر میرا ہے اسی قدر آپکا بھی ہونا چاہیئے بلا لحاظ اس امر کے کہ ہم کس پارٹی یا جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اگر آپ یہ چاہیں کہ میں ان تمام تجاویز اور مطالبات کو جمع کر کے آپ کے پاس ایک عرضداشت (پٹیشن) کی صورت میں بھیجوں تاکہ آپ اور آپ کے ساتھی اس پر غور کریں تو افسوس ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا اور نہ اس کے لئے میں خط و کتابت ہی جاری رکھ سکتا ہوں۔ لیکن اگر اس پر آپ کو اصرار ہے جیسا کہ آپ کے اس جملے سے معلوم ہوتا ہے "مگر میری افتاد طبیعت یہی ہے کہ کوئی معاملہ جبتک اچھی طرح میری سمجھ میں نہیں آجائے اُس وقت تک نہ میرا دماغ اسکے متعلق کام کر سکتا ہے اور نہ میں کوئی عمل کر سکتا ہوں۔ مسائل کو مبہم رکھنا یا ان کے حل سے بچنا میرے نزدیک بالکل تضیع اوقات ہے"، اس سے مجھ کو حیرت ہوئی کہ باوجود متواتر درخواستوں کے مجھ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ کن مسائل پر گفتگو ہوگی" تو اس کے جواب میں میں اور کیا عرض کروں سوائے اس کے کہ میں اسکو صحیح نہیں باور کرتا بلکہ اس صورت میں میں آپ سے درخواست کرونگا کہ آپ کانگرس کو مطلع کریں کہ وہ باضابطہ طور سے اس معاملہ میں مجھ کو لکھے اور میں اس تحریر کو آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کے سامنے پیش کرونگا کیونکہ آپ خود تحریر فرماتے ہیں "کہ میں اب کانگرس کا پریسیڈنٹ نہیں ہوں اسلئے وہ اب نمایندہ حیثیت میری نہیں ہے لیکن اگر کسی طرح میں مفید ثابت ہو سکتا ہوں تو میری خدمات کانگرس کے لئے ہر وقت حاضر ہیں اور میں آپ سے

ملکر اور تبادلۂ خیالات کرکے بہت مسرور ہونگا۔" اب رہی آپ سے ملاقات اور تبادلۂ خیالات تو اس کے متعلق میرا یہ کہنا بے سود ہے کہ میں بڑی خوشی سے اِس کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔

آپ کا مخلص

ایم۔ اے جناح

مسلم کی آنکھوں سے

(از یمین الملک)

انتخاب از اخبار اسٹیٹسمین نیو دہلی، مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۳۸ء

پنڈت جواہر لال نہرو کا ممبئی کا بیان مورخہ ۲ جنوری ۱۹۳۸ء جو ہندو مسلم مفاہمت کے متعلق ہے بہت کچھ امید افزا ہے۔ اب وہ نوبت پہنچ گئی ہے جبکہ ایک سلسلہ گفتگو درمیان لیڈروں کے جاری کیا جائے اور یہ لیڈر ایسی دو جماعتوں کے ہوں جنکو ہم بغرض آسانی "ہندو ہندوستان" اور "مسلم ہندوستان" کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں، گو کہ ابھی ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آیا پنڈت جواہر لال اور مسٹر جناح کی گفتگو سے بہ نسبت اُس سلسلۂ گفت و شنید کے جو مسٹر جناح اور بابو راجیندر پرشاد کے درمیان ۱۹۳۵ء میں ہوئی تھی کچھ زیادہ بہتر نتیجہ پیدا ہوگا۔ زیادہ اُمید اور خوشی اس معاملہ میں ہنوز قبل از وقت ہے۔ پنڈت جی نے گویا اپنے ممبئی کے بیان کی تشریح کرتے ہوئے لکھنؤ میں ہری پورہ کے یو۔ پی کے ڈیلیگیٹوں کو مخاطب کر کے گذشتہ جنوری کے آخر میں پُر زور طریقہ سے یہ اعلان کر دیا تھا کہ کانگرس اپنے مقررہ اصولوں کو کبھی نہیں چھوڑ سکتی۔ یہ اعلان ہمارے نزدیک کسی طرح امید افزا نہیں کہا جا سکتا کیونکہ کوئی تسلیم شدہ فارمولا یا معاہدہ جو کانگرس اور

لیگ کے لیڈروں کے درمیان طے پائے لازمی طور پر کانگرس کو ایک حد تک امور ذیل کے متعلق ضرور پیچھے ہٹانا ہوگا یعنی متعلق انتخاب جداگانہ (گو کہ ایک معینہ مدت کے لئے سہی) مخلوط وزارتیں لیگ کو ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد با اختیار اور صاحب نیابت جماعت سمجھنا۔ ہندی زبان اور دیوناگری حروف کے مسئلہ میں کچھ ترمیم۔ بندے ماترم کی صدائیں بند کرنا۔ کانگرس کے ترنگے جھنڈے کی کچھ نہ کچھ ترمیم یا کم سے کم لیگ کے لئے کوئی دوسرا جھنڈا مقرر کرنا۔ یہ ممکن ہے کہ تھوڑے سے تدبر اور بلند فکری کے ساتھ ہر دو جانب ان تمام معاملات پر رضامند ہو جائیں اور کسی فریق کے بنیادی اصول بھی نہ ٹوٹیں مگر سب سے بڑی رکاوٹ جو اس معاملہ کو کامیابی سے طے کرنے میں پیش آسکتی ہے وہ ضرور باقی رہے گی میرا مطلب مہاسبھا کی کمیونسٹ جماعت اور بنگال کے انتہا پسندوں سے ہے جو سب صرف مہاسبھا سے تعلق نہیں رکھتے۔

کانگرس کے اس اصول پر کہ اسکو تمام ہندوؤں کی نیابت کا حق حاصل ہے کھلم کھلا اعتراض کیا گیا ہے یہانتک کہ مسٹر جناح اور بابو راجیندر پرشاد کے فارمولا پر جس سے کہ مسلمان ہرگز خوش اور مطمئن نہ تھے (اور اس طرح کی کوئی چیز اب بھی انکو مطمئن نہیں کر سکتی) بنگال پروونشل کانفرنس نے جو بمقام بشن پور حال ہی میں قائم ہوئی تھی ایک فرقہ وارانہ رزولیوشن کے ذریعہ سے سخت اعتراض اور مخالفت کی اور نیز کانگرس کے آیندہ پریسیڈنٹ کی حال کی تقریروں سے فرقہ وارانہ حالات پر عموماً اور جناح۔ پرشاد فارمولا پر خصوصاً ایک قسم کی حد اور رکاوٹ معلوم ہوتی ہے اندریں حالات مسلمانوں کو یہی مناسب ہے کہ وہ انتظار کریں اور بہتری کی اُمید رکھیں مگر ساتھ اسکے لیگ کی قوت روز بروز بڑھاتے جائیں اور یہ کبھی نہ بھولیں کہ لیگ کی روز افزوں قوت

ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ کانگرس کے لیڈر مسلمانوں کے ساتھ ایک سمجھوتہ کرنے کی ضرورت کو اب تسلیم کرنے لگے ہیں۔

فرقہ وارانہ سوال

(انتخاب از اخبار "نیو ٹائمز" لاہور مورخہ یکم مارچ ۱۹۳۶ء)

ہری پورہ کے آخری اجلاس میں انڈین نیشنل کانگرس نے ایک رزولیوشن پاس کیا تھا جسمیں اقلیتوں کو اطمینان دلایا گیا تھا کہ اُن کے مذہبی اور تمدنی حقوق بالکل محفوظ رہیں گے۔ یہ رزولیوشن پنڈت جواہرلال نہرو نے پیش کیا تھا اور پاس بھی ہوگیا۔ پنڈت جی کی اسپیچ جو اس موقع پر ہوئی تھی نہایت مہمل تھی اس لئے کہ اگر یہ رزولیوشن اس اسپیچ کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس سے صاف معلوم ہوگا کہ وہ فی الواقع سچے دل سے نہیں پاس کیا گیا بلکہ محض ایک بے معنی وعدہ کے طور پر بیوقوف اقلیتوں کو مطمئن وخوش کرنے کیلئے جو ہمیشہ فرقہ وارانہ مسئلہ کے متعلق چیخ پکار کیا کرتے ہیں۔ پنڈت جی نے بنیادی طور پر یہ فرض کرلیا کہ اصل میں فرقہ وارانہ مسئلہ کوئی چیز نہیں ہے۔ ان کے پُرزور الفاظ اس موقع کے ہم نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں" میں نے اس نام نہاد فرقہ وارانہ مسئلہ کو خوب غور سے یہانتک کہ دوربین لگاکر بھی دیکھا اور مجھ کو کچھ نظر نہیں آیا۔ اگر فی الحقیقت کچھ ہو نہیں تو کوئی کیا دیکھے" ہمارے نزدیک کوئی رزولیوشن ان الفاظ کے ساتھ پیش کرنا سخت بددیانتی ہے۔ اگر اقلیتوں کا سوال کوئی چیز ہی نہیں ہے تو کسی رزولیوشن کے پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہی کہنا کافی تھا کہ اقلیتوں کے مسئلہ کا وجود ہی نہیں ہے۔ اور یہ پہلی مرتبہ نہیں ہے کہ پنڈت جی موصوف نے اس مسئلہ کو سمجھنے سے

اپنی کامل ناقابلیت کا اظہار کیا ہو۔ مسٹر جناح کے ایک بیان کے جواب میں اُنھوں نے اپنا یہ یقین دہرایا تھا کہ با وجود سخت کوشش کے بھی وہ مسٹر جناح کا مطلب نہیں سمجھے اور نہیں سمجھے کہ مسٹر جناح آخر چاہتے کیا ہیں۔ انکا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ کمیونل ایوارڈ کے ساتھ ہی ساتھ جس سے کانگرس نے مخالفت کی ہے لیجسلیچر کی سیٹیں یقینی ہوگئیں لہذا اب کچھ کرنا باقی نہیں ہے۔ وہ اس ناگوار اور تکلیف دہ بیان کو بار بار دہراتے ہیں کہ کمیونل ایوارڈ درحقیقت کچھ نہیں ہے درحقیقت کچھ نہیں ہے اسکو صرف اعلیٰ درجے اور اوسط درجے کے لوگوں نے اپنے ذاتی فوائد کے لئے قائم کیا ہے یعنی لیجسلیچر کی چند سیٹوں کے لئے یا بڑے سرکاری عہدوں کے لئے یا پھر وزارتوں کے حاصل کرنے کے لئے ہم پنڈت جی سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ مسلم اقلیت کے معاملہ کو بالکل سمجھے ہی نہیں اور اس سے بڑھکر تکلیف دہ بات کیا ہو سکتی ہے کہ ایک آل انڈیا عظیم الشان جماعت (کانگرس) کا پریسیڈنٹ اور وہ جماعت بھی ایسی جو تمام ہندوستان کے باشندوں کی نیابت کرتی ہو اتنے بڑے اہم مسئلہ سے یعنی مسلمانوں کے مطالبات سے اس قدر ناواقف ہو۔ اسی وجہ سے ہم ذیل میں ان مطالبات کو بالتصریح لکھتے ہیں تاکہ پنڈت جی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ وہ مسلم مطالبات سے بیخبر ہیں۔ مسلم مطالبات حسب ذیل ہیں۔

(۱) یہ کہ کانگرس کو چاہیئے کہ کمیونل ایوارڈ سے مخالفت ترک کرے اور یہ بکواس چھوڑ دے کہ کمیونل ایوارڈ حقیقی قومیت کے مفہوم کے منافی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ قومیت کے منافی ہو بھی لیکن اگر کانگرس اسکی مخالفت ترک کر دے اور اس امر کا کوئی بیان بھی دیدے تو مسلمانوں کا یہ مطالبہ ہے کہ کانگرس کم از کم کمیونل ایوارڈ کے تنسیخ کی جو کوششیں کر رہی ہے

ان کو یک قلم بند کر دے ۔

(۲) کمیونل ایوارڈ صرف مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کی لیجسلیچر میں نیابت کا مسئلہ طے کرتا ہے ۔ یہ مسئلہ ہنوز باقی رہ جاتا ہے کہ ملکی ملازمتوں کے بارہ میں اقلیتوں کی تعداد کی مناسبت کس اصول سے ہونا چاہیئے ۔ مسلمانوں کا مطالبہ یہ ہے کہ ملکی ملازمتوں کے وہ بھی آخر سہی طرح حقدار رہیں جیسا کہ ہندو بھائی ہیں مگران بیچاروں کا تلخ تجربہ یہ ہے کہ چونکہ اس معاملہ میں ان کے حقوق کا کوئی تحفظ نہیں ہے لہذا ملازمتوں میں انکی تعداد قطعی طور پر معین کیجائے اور یہ سرکاری قانون کے ذریعہ سے عمل میں آئے تاکہ آئندہ ایسا نہ ہو کہ کسی صیغہ کا ہندو افسر اعلیٰ نام نہلو لفظ "قابلیت" سے بیچارے مسلمانوں کے حقوق پامال کرسکے ۔ پنڈت جی کو بخوبی معلوم ہے کہ یہی الفاظ قابلیت اور لیاقت وہ ہیں جن کے ذریعہ سے بیوروکریسی کے وقت میں ہندوستانی اپنے ملک کی خدمت سے باز رکھے جاتے تھے ۔ لہذا اب جبکہ سات صوبوں میں کانگرس برسر اقتدار ہے تو کیا مسلمانوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کانگرس سے اس امر کا مطالبہ کریں کہ ملازمت کا معاملہ کھلے الفاظ میں واضح کر دیا جائے ۔

(۳) یہ کہ مسلمانوں کا شخصی قانون اور انکا تمدن بالکل محفوظ رکھا جائے اور اس کے لئے ایک قانون پاس کیا جائے ۔ اس امر میں پنڈت جواہر لال نہرو اور کانگرس کی سچائی اور صاف دلی معلوم کرنے کے لئے مسلمان اسکے خواہشمند ہیں کہ کانگرس مسجد شہید گنج کے معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے اور اس امر کی پوری کوشش کرے اور جہانتک ہوسکے اخلاقی دباو ڈالے کہ مسجد مذکور اپنی ابتدائی حالت میں آجائے نیز یہ کہ سکھ لوگ مسجد کیساتھ بے ادبیوں سے اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات

پامال کرنے سے باز رکھے جائیں۔

(۴) یہ کہ مسلمانوں کو اذان دینے اور نیز اپنے دیگر فرائض مذہبی انجام دینے کا جو حق بالفعل حاصل ہے اسمیں کسی طرح خلل اندازی اور رکاوٹ نہ کیجائے۔ غالباً پنڈت جی کو معلوم ہوگا کہ گاؤں موسوم بہ راجاجنگ میں جو تحصیل قصور ضلع لاہور میں واقع ہے مسلمانوں کو سکھ لوگ اذان دینے سے باز رکھتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ جب ہمسائے اس طرح کے ہوں تو ضروری ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی حقوق کا تحفظ بذریعہ قانون کے کیاجاوے اور جب کانگرس برسر اقتدار ہو تو کانگرس سے مطالبہ کیاجائے کہ وہ اس قسم کی مداخلت اور رکاوٹ بند کردے۔ اس معاملہ میں ہم پنڈت جی سے یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ مسلمان گاؤکشی کے معاملہ کو اپنا ایک مذہبی حق تصور کرتے ہیں لہذا انکا یہ مطالبہ ہے کہ جسطرح سکھوں کو جھٹکے کی اجازت دیجاتی ہے اور وہ جھٹکے کا گوشت برابر کھاتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کے گاؤکشی کے حق میں کسی طرح مداخلت نہ کیجائے ہمکو معلوم ہے کہ پنڈت جی مذہبی امتناعی حکموں کو دل سے نہیں مانتے بلکہ وہ ہر معاملہ کو اقتصادی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہم بھی پنڈت جی کو مطلع کرنا چاہتے ہیں کہ مسئلہ گاؤکشی مسلمانوں کے لئے ایک اقتصادی ضرورت ہے لہذا کسی ہندو کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ اس کو قانوناً بند کردے۔

(۵) مسلمانوں کا یہ مطالبہ ہے کہ جن صوبوں میں انکی اکثریت ہے انکی کوئی نئی تقسیم یا ردوبدل اس طرح نہ کیاجائے کہ مسلمانوں کی اکثریت پر اثر پڑے۔ مثلاً صوبجات بنگال وپنجاب وسندھ وصوبہ سرحدی ومغربی شمالی اور بلوچستان میں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ پس کانگرس کو لازم ہے کہ اس بات کی ضمانت کردے بلکہ اس امر کے لئے ایک خاص قانون نافذ کرے کہ ان صوبوں میں مسلمانوں کی جو

موجودہ اکثریت ہے اس میں بذریعہ کسی تقسیم جدید یا نئے انتظام کے کوئی خلل نہ واقع ہوگا۔

(۶) نیشنل انیتھم (قومی ترانہ) کا معاملہ بھی حل طلب ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو اس امر سے ضرور واقف ہونگے کہ تمام مسلمانوں نے بندے ماترم یا اس خلاف مسلم ترانہ کی کسی بدلی ہوئی صورت کے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اگر بالفرض پنڈت جی اس ترانہ کے ترک کرنے میں اہل ہنود یا انکی اکثریت پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتے تو انکو اتنی لمبی چوڑی باتیں کرنا نا زیبا ہے بلکہ ان کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ ہندوؤں کی اکثریت اُن کے مشورہ کی قدر نہیں کرتی اور نہ انکے کہنے کی پرواہ کرتی ہے سوائے اسکے کہ صرف بے چارے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اُن کا بڑا اثر استعمال کیا جائے۔

(۷) زبان اور رسم الخط کا معاملہ بھی مسلمانوں کا بڑا مطالبہ ہے۔ مسلمان اس پر مصر ہیں کہ اُردو عملاً انکی قومی زبان مانی جائے وہ اس امر کی قانونی ضمانت چاہتے ہیں کہ زبان اُردو کو کسی طریق سے بھی نقصان نہ پہونچایا جائے نہ اُسکے استعمال میں کمی کی جائے۔

(۸) مسلمانوں کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ مقامی جماعتوں (لوکل باڈیز) میں انکی نیابت کا مسئلہ جو ابتک صاف نہیں ہوا ہے حل کیا جائے۔ انکا مطالبہ ہے کہ کمیونل ایوارڈ کا یہ اصول کہ انتخاب جداگانہ اور نیابت مطابق آبادی تمام مقامی جماعتوں اور دیگر منتخب کنندہ جماعتوں میں ہونا چاہیئے اول سے آخر تک بلا استثنا استعمال کیا جائے۔

اسی قسم کے دیگر مطالبات بھی ہم بیان کر سکتے ہیں مگر بالفعل ہم انھیں مطالبات کا جواب کانگرس اور پنڈت جواہر لال نہرو سے چاہتے ہیں۔ ہم پنڈت جی سے یہ ضرور کہنا چاہتے ہیں

کہ وہ اس امر کو خوب یاد رکرلیں کہ ہندوستان کی مکمل آزادی کے حصول کے بارے میں مسلمان بھی اپنے ہندو بھائیوں سے کچھ کم خواہشمند نہیں ہیں۔ وہ یہ ہرگز نہیں چاہتے کہ ہندوستان میں کوئی مسلم راج قائم کیا جائے۔ مگر کسی ہندو راج کے قیام کے واسطے بھی وہ کالہ بہ کلہ لڑیں گے۔ ان کا مطمح نظر یہ ہے کہ ملک اور اسکے تمام فرقے اور جماعتیں مکمل طور سے آزاد ہوجائیں لہذا وہ کسی ایسی اکثریت کی حکومت کا جو اقلیتوں کے مذہبی۔ تمدنی۔ اور سیاسی مطالبات کو پامال کردے سخت سے سخت مقابلہ کریں گے۔ افسوس ہے کہ پنڈت جی موصوف اپنے دل کو اسطرح تسلی دیدیتے ہیں کہ مسائل ومطالبات متذکرہ بالا بہت ہی حقیر اور جزئی معاملات ہیں۔ مگر انکو چاہیئے کہ وہ اس معاملہ پر پھر غور کریں اور ان مطالبات کو اُس اہمیت کی نظر سے دیکھیں کہ جس طرح خود مسلمان دیکھتے ہیں۔ عقلاً اور انصافاً اسکا فیصلہ خود اقلیتوں کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے نہ کہ اکثریتوں کے ہم کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے جو اپنی نفسی کیفیت اپنی اسپیچ میں ظاہر کی تھی اور نیز اس رزولیوشن کے مؤیدنے بھی انکی تائید میں جو کچھ کہا یعنی یہ کہ اقلیتوں اور اکثریتوں کا سوال بالکل ایک فرضی چیز ہے اور چند صاحب غرض لوگوں کا اٹھایا ہوا ہے۔ یہ صاف طور پر واضح کرتا ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر جناح کی گفت وشنید سے کسی قسم کی کوئی مفید بات نہیں نکلتی معلوم ہوتی۔ اگر کانگرس اس دھوکہ میں ہے کہ جو بہلاوے اُس نے اقلیتوں کو دے رکھے ہیں اس سے وہ سچ مچ خوش اور مطمئن ہوجائینگے اور کانگرس کے دھوکے میں آجائینگے تو یہ کانگرس کی سخت غلطی ہے۔

نقل خط مسٹر نہرو بنام مسٹر جناح

کلکتہ ۶ر اپریل ۱۹۳۸ء

ڈیر مسٹر جناح۔ آپ کا خط مورخہ ۱۷ر مارچ مجھے کماؤں میں ملا۔ جہاں میں تفریح کی غرض سے چند دن کے لئے گیا تھا۔ وہاں سے کلکتہ آیا ہوں اور ارادہ ہے کہ آج الہ آباد واپس جاؤں اور اپریل کا زیادہ حصہ غالباً وہیں گذاروں۔ اگر آپ آسانی سے الہ آباد آسکیں تو وہیں ملاقات ہوسکتی ہے ورنہ لکھنؤ تشریف لے چلئے جہاں میں بھی پہنچنے کی کوشش کرونگا۔

مجھے خوشی ہے کہ آپ نے اپنے خط میں بعض ایسے امور کا ذکر کیا ہے جو آپ کے مدنظر ہیں۔ جو اقتباسات آپ نے بھیجے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہی آپکا بھی مافی الضمیر ہے۔ اس لمبی چوڑی فہرست کو دیکھکر مجھکو کسی قدر حیرت ہوئی کیونکہ مجھکو یہ خیال نہ تھا کہ آپ اکثر ایسے امور پر بھی بحث کرنا چاہتے ہیں جن کا کانگرس تصفیہ کرچکی ہے اور بعض ایسے ہیں جو بحث کے قابل ہی نہیں ہیں۔

میں آپ کے خط اور مرسلہ اقتباسات سے یہ سمجھتا ہوں کہ آپ امور ذیل کے متعلق تبادلہ خیالات چاہتے ہیں۔

(۱) چودہ نکات مرتبہ مسلم لیگ ۱۹۲۹ء

(۲) کانگرس کمیونل اوارڈ کی مخالفت ترک کرے اور اُسے نیشنلزم کے منافی قرار نہ دے

(۳) سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا تناسب قانون کے ذریعہ سے مقرر کیا جائے

(۴) مسلمانوں کا پرسنل لا اور کلچر (شخصی قانون اور تمدن) قانون کے ذریعہ سے محفوظ کیا جائے۔

(۵) کانگرس مسئلہ شہید گنج کو اپنے ہاتھ میں لیکر اپنے اخلاقی دباؤ سے مسلمانوں کو مسجد واپس دلادے۔

(۶) اذان اور دیگر مذہبی رسوم کے متعلق مسلمانوں کو پوری آزادی حاصل ہونا چاہئے

(۷) مسلمانوں کو گاؤکشی کی پوری آزادی حاصل ہو۔

(۸) اُن صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے ایسی علاقہ بندیاں یا کوئی اور انتظام نہ کیا جائے جس سے انکی اکثریت پر اثر پڑے۔

(۹) بندے ماترم کا ترانہ ترک کر دیا جائے۔

(۱۰) مسلمانوں کی خواہش ہے کہ اُردو کو ہندوستان کی قومی زبان قرار دیا جائے نیز یہ کہ اس بات کی قانونی ضمانت دیجائے کہ اُردو کے عام استعمال میں فرق نہ آئیگا اور نہ اسکو کچھ نقصان پہنچیگا۔

(۱۱) لوکل باڈیز میں کمیونل اوارڈ کے اصول پر یعنی انتخاب جداگانہ اور کثرت آبادی کے لحاظ سے مسلمانوں کو نمائندگی کا حق دیا جائے۔

(۱۲) کانگرس کا ترنگا جھنڈا یا تو بدل دیا جائے یا مسلم لیگ کے جھنڈے کو وہی اہمیت دی جائے۔

(۱۳) مسلم لیگ کو ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تسلیم کیا جائے۔
(۱۴) کولیشن (متحدہ) وزارتیں قائم کیجائیں۔

آپ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ جو فارمولا آپ نے اور بابو راجیندر پرشاد نے ۱۹۳۵ء میں مقرر کیا تھا اس سے اب مسلمان مطمئن نہیں ہیں اور نہ اُسی قسم کی کوئی چیز اب انکو مطمئن کر سکتی ہے۔

یہ بھی تحریر ہے کہ یہ فہرست مکمل نہیں ہے اور اس میں مزید مطالبات کا اضافہ ہو سکتا ہے، چونکہ مجھ کو اس امکانی اور غیر محدود اضافہ کا کوئی علم نہیں ہو سکتا لہذا ان کے متعلق میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا ہوں۔ البتہ ان خاص امور کے متعلق جنکی صراحت کر دیگئی ہے میں اپنی رائے عرض کرتا ہوں نیز کانگرس کا بھی نقطۂ نظر ظاہر کرتا ہوں۔

مگر ان پر غور کرنے سے پہلے آزاد ہندوستان کی سیاسی اور اقتصادی حالت کو جو کہ ہمارا مطمح نظر ہے ضرور پیش نظر رکھنا چاہیئے کیونکہ یہی اصل اصول ہے۔ جب آزاد ہندوستان کا تصور کر لیا جائیگا تو ان میں سے بعض امور پیدا ہی نہ ہونگے یا کسی خاص صورت سے نہ پیدا ہونگے یا انکی کوئی وقعت ہی نہ ہوگی، ان امور پر یا تو آزاد ہندوستان کے تخیل کی روشنی میں گفتگو کر سکتے ہیں اور یا یہ کہ انگریزی حکومت کی ماتحتی تسلیم کر لیجائے لازمی طور پر کانگرس ہندوستان کو آزاد مانتے ہوئے ان پر غور کریگی گو کہ کبھی کبھی وہ عارضی اور وقتی ضرورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا نہیں بھی کرتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ کانگرس موجودہ کانسٹی ٹیوشن میں تغیر و تبدل کرنے کے بجائے اسکو سرے سے

مسترد کرنا چاہتی ہے اور ایک ایسا کانسٹی ٹیوشن قائم کرنا چاہتی ہے جس کو ہندوستانیوں کی اصلی نمائندہ اسمبلی بنا دے۔

ایک خاص معاملہ نے بھی اس زمانہ میں بہت بڑی اہمیت حاصل کرلی ہے یعنی بین الاقوامی نازک صورت حالات اور خطرہ جنگ اس سے یقیناً اور بلا شک وشبہ ہندوستان پر اور اسکی حصول آزادی کی جدوجہد پر بڑا اثر پڑیگا۔ پس اس چیز کو تمام مسائل پر مقدم سمجھنا چاہیئے اس کے بعد کسی دوسری چیز کی اہمیت کا نمبر ہے اس لئے کہ ظاہر ہے کہ اگر ملک کی بنیاد متزلزل ہوگئی تو تمام ہماری کوششیں اور چھوٹے چھوٹے مباحث سب بیکار ہوجائیں گے۔ کانگرس نے نہایت وضاحت کیساتھ اور متعدد بار اس نازک حالت کے لئے اپنی پالیسی کا اعلان کردیا ہے اور صاف صاف کہہ دیا ہے کہ وہ کسی شہنشاہیت کی جنگ میں ہرگز حصہ نہ لیگی۔ البتہ کانگرس نہایت خوشی خوشی اور بڑے مستعدی سے مسلم لیگ بلکہ تمام دیگر جماعتوں اور افراد کے ساتھ اس پالیسی کی تقویت میں اتحاد عمل کریگی۔

میں نے ان تمام مسائل پر جن کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے غور کیا ہے۔ مجھے ان میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو عوام الناس کے اقتصادی مسائل سے یا افلاس اور بیکاری کے اہم مسائل سے متعلق ہو۔ ہم ہندوستانیوں کے لئے یہی مسائل نہایت اہم اور ضروری ہیں اور جب تک انکا کوئی صحیح طریقہ حل نہ دریافت ہوجائے ہماری تمام جدوجہد بیکار رہے۔ سرکاری ملازمتوں کا سوال گو کہ کتنا ہی اہم اور قابل غور کیوں نہ ہو مگر اسکا تعلق صرف ایک مختصر جماعت سے ہے۔ ہمارے کسان، ہمارے مزدور اور

دستکار ہمارے چھوٹی پونجی کے دوکاندار اور ہندوستان کی آبادی کا ایک بیش تر احصہ یہی لوگ ہیں۔ مگر جو مطالبات کی فہرست آپ نے تحریر فرمائی ہے ان سے ان لوگوں کی حالت کسی طرح درست نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ انھیں کا مفاد مقدم ہے۔

اکثر آپ کے مطالبات ایسے ہیں جو کانسٹی ٹیوشن میں تغیر و تبدل چاہتے ہیں مگر ہم کو اس کے کرنیکا ابھی موقع نہیں ہے۔ اگرچہ ایسی تبدیلیاں مناسب بھی ہوں تو بھی ہماری پالیسی یہ نہیں ہے کہ ہم جزئی امور پر زور دیں۔ ہم تو موجودہ آئین (کانسٹی ٹیوشن) مسترد کرنا اور اسکی جگہ آزاد ہندوستان کے لئے نیا آئین قائم کرنا چاہتے ہیں۔

اسی طرح آپ کا مطالبہ اس امر کا کہ بعض مسائل کے لئے قانون کے ذریعہ سے ضمانت کیجائے اسکو لازم کرتا ہے کہ کانسٹی ٹیوشن میں تغیر و تبدل ہو۔ افسوس ہے کہ ہم یہ بھی کرنے سے قاصر ہیں۔ اتنا ہم ضرور کر سکتے ہیں کہ آزاد ہندوستان کے آئندہ قانون میں ہم چند ضمانتیں ضرور داخل کرینگے۔

چنانچہ ہم نے جو رزولیوشن کراچی میں بنیادی حقوق کے متعلق پاس کیا تھا اُس میں اقلیتوں کے مذہبی، تمدنی، زبانی اور دیگر حقوق کی حفاظت کا ذکر کر دیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہی بنیادی حقوق آئندہ جزو قانون کر دیے جائیں۔

اب میں متذکرۂ بالا مطالبات پر علیحدہ علیحدہ گفتگو کرونگا۔

(۱) چودہ نکات کے متعلق۔ میرا خیال تھا کہ چودہ نکات مرتبہ مسلم لیگ اب پُرانے ہو گئے ہیں۔ ان میں کے بعض مطالبات کمیونل اوارڈ میں تسلیم کر لئے گئے ہیں۔ بعض کو

کانگرس نے پوری طرح مان لیا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ جو قانونی ردوبدل چاہتے ہیں مگر جیساکہ میں اوپر لکھ چکا ہوں اس کے کرنے سے ہم بالفعل قاصر ہیں۔ علاوہ اُن معاملات کے جو کمیونل اوارڈ کے ذریعہ سے طے ہو چکے اور نیز اُن کے جنکے لئے کانسٹی ٹیوشن کا ردّوبدل لازمی ہے دو ایک معاملات ایسے بھی ہیں جن میں سخت اختلاف رائے اور ایک لمبی چوڑی بحث کی گنجائش ہے۔

(۲) کمیونل اوارڈ کے متعلق کانگرس نے اپنا مسلک صاف طور پر بتا دیا ہے جو یہ ہے کہ کانگرس صرف باہمی سمجھوتہ سے انھیں فریقوں کے ساتھ کہ جنکا ان سے تعلق ہو تغیر وتبدل کر سکے گی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مسلک اور اس پالیسی پر کسی اعتراض کی گنجائش کیا ہو سکتی ہے اگر ہم سے یہ کہا جائے کہ ہم کمیونل اوارڈ کو قوم پرستی کے منافی نہ کہیں تو یہ بالکل غلط ہوگا۔ علاوہ اس کے کہ مختلف جماعتوں اور فرقوں کو اس سے کیا حاصل ہوتا ہے۔ کمیونل اوارڈ کی پوری بنیاد قومیت کے منافی اور اتحادِ قومی کی ترقی کے راستہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ جیساکہ آپ کو معلوم ہے کہ اس کے اثر سے ہندوستان کے بعض حصوں میں یورپین عنصر کو ایک عظیم مگر بالکل بیجا وزن اور اثر حاصل ہو جائے گا اگر ہم ہندوستان کو بالکل آزاد دیکھنا چاہتے ہیں تو اس میں اس اوارڈ کی کوئی جگہ نہیں دیکھتے یہ سچ ہے کہ مخصوص حالات کے اثر سے ہم نے بعض اوقات عارضی طور پر کچھ چیزیں ایسی بھی اختیار کیں یا ہمکو اختیار کرنا پڑیں جو بادی النظر میں قومیت کے خلاف معلوم ہوتی ہیں اسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ ان معاملات میں جنکا تعلق کمیونل اوارڈ سے ہے ہمکو کوئی چارہ کار

نہیں سوا اسکے کہ انکا ایک اطمینان بخش اور مستقل حل انہیں لوگوں کی رضامندی سے حاصل کیا جائے جن کا تعلق اس معاملہ سے ہو۔ بس یہی کانگرس کی پالیسی ہے۔

(۳) سرکاری ملازمتوں میں قانون کے ذریعہ سے مسلمانوں کا حصہ مقرر کرنیکا یہ مطلب ہوا کہ دوسری قوموں اور جماعتوں کے حصے بھی لازمی طور پر مقرر کیے جائیں جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایڈمنسٹریشن کا ڈھانچا بالکل فرقہ وارانہ ہوجائیگا اور یہ چیز ترقی اور ترفع کی راہ میں ضرور رکاوٹ پیدا کریگی۔

پھر یہ بھی عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ سرکاری ملازمتیں قابلیت کی معیار پر دی جائیں تاکہ کسی قوم یا جماعت کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ میرے نزدیک بہت بہتر ہوگا کہ یہ مسئلہ باہمی سمجھوتے سے اور پرانی عملدرآمد کے موافق طے کیا جائے۔ کانگرس خود اس مسئلہ کی اہمیت کو خوب اچھی طرح سمجھتی ہے۔ اسکی دلی خواہش ہے کہ اس معاملہ میں مختلف جماعتوں کی دلی خواہشات جہانتک ممکن ہو پوری کی جائیں "تاکہ تمام اقلیت کی جماعتوں کو بہ عبارت چودہ نکات کے نمبر ۱۱ نکتہ کے" تمام سرکاری ملازمتوں اور ایسی لوکل باڈیز میں جو اپنا انتظام آپ کرتی ہوں ایک معقول حصہ ملے مگر قابلیت کا ضرور لحاظ رکھا جائے"۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ اسٹیٹ یعنی انتظام حکومت اس زمانہ میں روز بروز ٹکنیکل ہوتا جاتا ہے لہذا اسٹیٹ کو ضرورت ہے کہ وہ اپنے مختلف ڈیپارٹمنٹوں میں صرف قابل ہی آدمیوں کو جگہ دے جو اس فن میں خاص مہارت رکھتے ہوں۔ میں اسکو تسلیم کرتا ہوں کہ اگر کوئی جماعت اس ٹیکنیکل اور ماہرانہ واقفیت کے معاملہ میں دوسری جماعتوں سے پیچھے ہو تو میری رائے

میں اسکو ایسی تعلیم حاصل ہونا ضروری ہے جس سے وہ پست سطح سے بلند سطح پر آجائے
مجھکو یاد ہے کہ یونیٹی کانفرنس میں جو بمقام الہ آباد ۱۹۳۳ء میں یا اسی کے
قریب قریب منعقد ہوئی تھی سرکاری ملازمتوں کے مسئلہ پر ایک اطمینان بخش سمجھوتہ ہو گیا تھا

(۴) جہانتک کلچر کے تحفظ کا سوال ہے کانگرس نے اسکا فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ
کانسٹی ٹیوشن کے بنیادی قوانین میں اسکو داخل کرے گی اور یہ بھی اعلان کر دیا ہے کہ
وہ کسی جماعت کے پرسنل لا میں کسی طرح کی مداخلت نہ کریگی۔

(۵) مجھکو اس تجویز سے سخت تعجب ہوا کہ کانگرس مسجد شہید گنج کے معاملہ کو اپنے ہاتھ
میں لے لے یہ معاملہ تو ایسا ہے کہ اسکو یا تو عدالت کے ذریعہ سے یا آپس کے سمجھوتے سے
طے ہونا چاہیئے۔ ایسے معاملات میں کانگرس ہمیشہ باہمی فیصلوں کو پسند کرتی ہے لیکن اگر فریقین
کسی طرح متفق نہوں اور وہ اس معاملہ کو فیصلہ کے لئے کانگرس کے سپرد کرنا چاہیں تو
کانگرس اسکے لئے ضرور تیار ہوگی۔ میں بہت خوش ہوں کہ وزیر اعظم پنجاب بھی اس مسئلہ
کا اطمینان بخش حل یہی سمجھتے ہیں۔

(۶) اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہ مذہبی رسوم ادا کرنے کا حق تمام قوموں کو حاصل ہونا
چاہیئے۔ اس بارے میں کانگرس کا رزولیوشن بالکل صاف اور واضح ہے۔ پنجاب کے
ایک گاؤں (راجہ جنگ) کے واقعہ کا ذکر جو اقتباس میں ہے مجھکو اُس کا مطلق علم
نہیں۔ یقیناً بہت سی اور مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ ہندوستان کے مختلف حصوں
میں چھوٹے چھوٹے جھگڑے ہندو مسلمان یا سکھوں میں کسی نہ کسی مذہبی رسوم کے متعلق

پیدا ہوئے ۔ جب کبھی ایسے واقعات پیش آئیں تو ان کا انتظام اور تصفیہ بہت سمجھداری اور ہوشیاری سے کیا جائے لیکن اصول بالکل صاف اور قابل تسلیم ہے ۔

(۷) مسئلہ گاؤکشی کے متعلق کانگرس کے خلاف بہت سے الزامات لگائے گئے ہیں جو بالکل غلط ہیں بلکہ ایک بے بنیاد پروپگینڈا کیا گیا ہے کہ کانگرس گاؤکشی کو قانون کے ذریعہ سے روک دیگی مگر کانگرس اس معاملہ میں کوئی قانون پاس کرنا جس سے مسلمانوں کے دیرینہ حقوق محدود ہو جائیں ہرگز نہیں چاہتی ۔

(۸) صوبوں کی جدید تقسیم کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا ۔ جس وقت اس قسم کا سوال پیدا ہوگا تو اسکا حل یقیناً باہمی تصفیہ سے کیا جائیگا ۔

(۹) ترانہ بندے ماترم کے متعلق ہماری ورکنگ کمیٹی نے ایک طویل بیان گذشتہ اکتوبر میں شایع کیا تھا اسکو براے مہربانی ملاحظہ فرمائیے سب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کانگرس نے کوئی قومی ترانہ باضابطہ طور پر کبھی بھی اختیار نہیں کیا ۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ ترانہ بندے ماترم کا گہرا تعلق ہندوستان کی قومیت کے ساتھ عرصہ تیس سال سے چلا آتا ہے اور اس طویل عرصہ میں متعدد جذبات اور قربانیاں اس ترانہ کے ساتھ وابستہ ہو گئی ہیں ۔ اس طرح کے ہردلعزیز ترانے کسی کی فرمائش یا حکم سے نہ بنتے ہیں اور نہ جاری کئے جاسکتے ہیں بلکہ وہ تو پبلک کے جذبات سے پیدا ہوتے ہیں ۔ اس تیس سال کے عرصہ میں اس ترانہ پر کسی مذہبی تعصب کا الزام نہیں لگایا گیا بلکہ وہ تو ایک قومی گیت ہندوستان کی تعریف کا سمجھا گیا ہے ۔ اور جہانتک مجھکو علم ہے گورنمنٹ نے بھی

سوائے سیاسی وجوہ کے اور کوئی اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ مگر جب کچھ اعتراضات اٹھائے گئے تو ورکنگ کمیٹی نے خوب غور و خوض کر کے بالآخر یہ فیصلہ کیا کہ اس ترانہ کے بعض ایسے بند جنمیں استعارۃً کچھ قدیم مذہبیت کے اشارے ہیں، انکا استعمال قومی جلسوں میں یا جلوسوں وغیرہ کے موقع پر نہ کیا جائے اور وہ دو بند جنکی اجازت ورکنگ کمیٹی نے ایک قومی ترانہ کی حیثیت سے دیدی ہے انمیں تو ایک لفظ یا جملہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے کسی شخص کی کسی طرح کی بھی دل آزاری ہو سکے۔ مجھکو سخت تعجب ہے کہ کوئی شخص اس پر کیا اعتراض کر سکتا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی کو یہ ترانہ پسند آئے اور کسی کو نہ آئے یا کسی کو کوئی دوسرا قومی ترانہ اس سے زیادہ پسند ہو، اگر ایسا ہو تو اسکو اس ترانہ کے پڑھنے کی پوری آزادی ہے۔ لیکن ایک جماعت کثیر کو ایک ایسی چیز کے پڑھنے سے روکنا جس کے ساتھ ان کی دلبستگی ایک عرصہ تک قائم رہی ہو اُن کے دلوں کو بیوجہ اور بے سبب دُکھ پہنچانا بلکہ قومی تحریک کو نقصان پہنچانا ہے اور ظاہر ہے کہ ایک قومی جماعت کے لئے یہ حرکت بالکل نازیبا ہے۔

(۱۰) اُردو ہندی کے جھگڑے کے متعلق میں آپ کو اس سے پیشتر بھی لکھ چکا ہوں اور اپنا رسالہ "مسئلہ زبان" آپکو بھیج چکا ہوں۔ کانگرس نے مختلف فرقوں اور جماعتوں کے کلچر اور زبان کی تحفظ کی ضمانت کا وعدہ کیا ہے۔ میں تو سب ایسی زبانوں کی جو بڑے بڑے صوبوں میں مروج ہیں دل سے ترقی چاہتا ہوں اور "ہندوستانی" کو جو اُردو اور ناگری دونوں رسم الخط میں لکھی جائے ہندوستان کی قومی زبان دیکھنا چاہتا ہوں

یہ دونوں رسم الخط سرکاری طور پر تسلیم کرلے جائیں گے اور لوگوں کو اجازت ہوگی کہ جو رسم الخط وہ چاہیں اسکو اختیار کریں۔ اسی پالیسی پر بالفعل کانگریسی وزارتوں کا عملدرآمد ہے۔

(۱۱) کانگرس کی یہ مدت سے رائے ہے کہ قومی اتحاد اور مختلف فرقوں میں خوشگوار تعلقات پیدا کرانے کیواسطے مخلوط انتخاب جداگانہ انتخاب سے بہتر ہے مگر اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اگر مخلوط انتخاب کو کامیاب بنانا ہے تو وہ زبردستی نہ عائد کئے جائیں۔ کانگرس کا یہ مسلک بالکل صاف ہے کہ اس قسم کے انتخابات صرف اُنھیں جماعتوں کے لئے مخصوص ہوں جو اُن سے خوش اور مطمئن ہوں۔ اسی پالیسی پر لوکل باڈیز کے متعلق کانگرسی وزارتیں عمل کررہی ہیں حال ہی میں بمبئی اسمبلی کے ایک بل میں جداگانہ انتخاب کا مسئلہ برقرار رکھا گیا مگر لوگوں کو اسکی اجازت دیگئی کہ اگر وہ چاہیں اور پسند کریں تو مخلوط طریقہ انتخاب بھی اختیار کرسکتے ہیں اور یہ اصول چودہ نکات کے نکتہ نمبر ۵ کے بالکل مطابق ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

"فرقہ وارانہ گروہوں کی نیابت بذریعہ جداگانہ انتخاب کے ہوا کرے گی جیسا کہ بالفعل رائج ہے۔ مگر کسی جماعت کو ہر وقت اختیار ہوگا کہ جداگانہ انتخاب کو ترک کرکے مخلوط انتخاب اختیار کرے" مجھ کو سخت تعجب ہے کہ باوجود اس کے بمبئی اسمبلی کے مسلم لیگ کے نمایندوں نے اس اختیاری شرط کی مخالفت کی گو کہ یہ مسلم لیگ کی پالیسی کے بالکل مطابق تھا۔

اس کے ساتھ میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ ۱۹۲۹ء میں یعنی جب "چودہ نکات" مرتب کئے گئے تھے مسلم لیگ نے ایک رزولیوشن پاس کیا تھا کہ "مسلمان اس وقت تک مخلوط انتخاب کو منظور کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جبتک سندھ علیحدہ صوبہ نہ بنا یا جائے اور صوبہ سرحدی

مغربی وشمالی اور بلوچستان میں ہندوستان کے باقی صوبوں کی طرح اصلاحات نہ جاری کئے جائیں" اب سندھ علٰحدہ صوبہ بن گیا ہے اور صوبہ سرحد کو اصلاحات مل چکی ہیں۔ باقی رہا بلوچستان تو کانگرس اسکو بھی دوسرے صوبوں کی سطح پر لانیکی کوشش کر رہی ہے۔

(۱۲) قومی ترنگے جھنڈے کی یہ اصلیت ہے کہ کانگرس نے ابتداے ۱۹۲۹ء میں بعد کافی غور وخوض اور مشہور و معزز مسلم، سکھ اور دیگر لیڈروں سے مشورہ کرنیکے بعد اسکو اختیار کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ کسی ملکی اور قومی تحریک کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک ایسا قومی جھنڈا اختیار کرے جو اُس قوم کا اور نیز اسکی مشمولہ تمام جماعتوں کا ایک نشانِ امتیاز ہو۔ اس سے ثابت ہے کہ کوئی فرقہ وارانہ جھنڈا پوری قوم کا نشان امتیاز نہیں بن سکتا اگر بالفرض ہمارا کوئی قومی جھنڈا بالفعل نہ ہوتا تو آیندہ کوئی نہ کوئی ہمکو ضرور اختیار کرنا پڑتا موجودہ جھنڈے کے تینوں رنگ شروع میں اسی اصول پر پسند کئے گئے تھے کہ وہ ہماری مختلف جماعتوں کے نشان امتیاز بن سکیں مگر اسی کے ساتھ ہم نے ان رنگوں کی فرقہ وارانہ حیثیت پر کچھ زیادہ زور نہیں دیا تھا۔ خوبصورتی اور حسن کا خیال کرتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ نارنجی سفید اور سبز کے میل سے ایک ایسا جھنڈا تیار ہو گیا ہے جو تمام قومی جھنڈوں میں سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔ اتنی طویل مدت میں ہمارا جھنڈا برابر کام دیتا رہا دور دراز گاؤں تک کے لوگ اُس سے واقف ہو گئے۔ اور یہ بے تکلف کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہندوستانیوں کے اُمید، ہمت اور اتحاد کا بہترین نشان ہے۔ اس کے ساتھ ہم ہندوستانیوں کی جن میں ہندو مسلمان، سکھ سب داخل ہیں عظیم الشان قربانیاں وابستہ ہیں۔ ہم میں سے بہتوں نے

لاٹھیاں کھائیں، جیل گئے، اپنی جانیں تک قربان کر دیں۔ مگر اپنے جھنڈے کو توہین اور صدمے سے محفوظ رکھا ظاہر ہے کہ ان سب باتوں سے ایک زبردست جذبۂ محبت اس جھنڈے کے ساتھ ہوگیا ہے۔ بیشمار موقعوں پر مولانا محمد علی مرحوم، مولانا شوکت علی اور دیگر مسلم لیگ کے رہنماؤں نے آجکل بھی اسی جھنڈے کے ساتھ اپنا تعلق ظاہر کیا، اسکی بے انتہا تعریفیں کیں اور اسکو ہندوستان کے اتحاد کا ایک خاص نشانِ امتیاز بتایا ہے۔ اب یہ کانگرس کی حدود سے نکلکر ہندوستان کا قومی جھنڈا عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے، ان سب باتوں کا خیال رکھتے ہوئے کوئی شخص کوئی معقول اعتراض اس پر کیا کر سکتا ہے؟۔

متعدد فرقہ وارانہ جھنڈے ظاہر ہے کہ اس ایک جھنڈے کی جگہ نہیں لے سکتے۔ اگر ایسا ہوا تو مختلف جماعتوں کے مختلف جھنڈے استعمال ہونے لگیں گے اور یہ نفاق اور علیحدگی کی علامت ہوگی نہ کہ اتحاد اور یگانگت کی۔ یہ ممکن ہے کہ فرقہ وارانہ جھنڈے مذہبی جلوسوں اور موقعوں پر استعمال کئے جائیں مگر کسی قومی تقریب میں یا کسی ایسی پبلک عمارت پر جو مختلف جماعتوں کے لئے ہو وہ بالکل ہی بے جوڑ ہونگے۔

اسی کے ساتھ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ گذشتہ چند ماہ میں متعدد موقعوں پر ہمارے قومی جھنڈے کی توہین مسلم لیگ کے بعض والنٹیروں کے ہاتھ سے عمل میں آئی ہے جس سے ہم کو دلی صدمہ پہنچا مگر ہم نے عمداً درگذر کیا تاکہ کشیدگی اور بدمزگی نہ پیدا ہو۔ ہم نے تاکیدی طور پر حکم دیدیا ہے کہ ہماری طرف سے مسلم لیگ کے جھنڈے کے ساتھ کسی طرح کی کوئی مزاحمت نہ کیجائے گو کہ اس کا استعمال بیجا طور پر کیوں نہ ہو اور ہمارے اس حکم کی پیروی بھی کیجاتی ہے۔

(۱۳) میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے کیا مطلب ہے کہ مسلم لیگ کو ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد اور تنہا جماعت تسلیم کیا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی ایک جلیل القدر جماعت ہے اور ہم اسکو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ مگر ہم کو دوسری انجمنوں اور افراد سے بھی جو ہمارے پیش نظر ہیں وہی سابقہ پڑتا ہے۔ ہم کسی جماعت کی اہمیت یا شہرت کو جانچ نہیں سکتے۔ کانگرس میں اسوقت تقریباً ایک لاکھ مسلمان شامل ہیں جن میں سے اکثر جیلخانوں کے اندر اور باہر ہمارے رفیق کار رہے اور انکی رفاقت اور دوستی کی ہم دل سے قدر کرتے ہیں۔ اسی طرح بہت سی جماعتیں ایسی بھی ہیں جن میں مسلم اور غیر مسلم سب شریک ہیں" مثلاً "ٹریڈ یونین" (تاجروں کی انجمنیں) کسانوں کی انجمنیں، کسان سبھائیں، قرضہ کی کمیٹیاں، زمینداروں کی انجمنیں، چیمبرس آف کامرس، کارخانہ داروں کی انجمنیں وغیرہ اور ہم کو ان سب سے سابقہ پڑتا ہے۔ ان کے علاوہ بعض خاص مسلم جماعتیں ایسی ہیں جو ہماری توجہ کی مستحق ہیں مثلاً جمعیتہ العلما، پرجا پارٹی، احرار وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ جتنی ہی کوئی جماعت مقتدر ہوگی اتنی ہی زیادہ وہ ہماری توجہ کی مستحق ہوگی مگر یہ اقتدار کسی انجمن کو کسی دوسرے کی توجہ سے نہیں حاصل ہوتا بلکہ اس کی اندرونی قوت سے پیدا ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ بعض انجمنیں ایسی بھی ہیں جو عمر اور تعداد ممبران کے لحاظ سے اتنی بڑی نہ سہی مگر پھر بھی وہ نظر انداز نہیں کی جاسکتیں۔

(۱۴) مخلوط وزارتوں کا مطلب بھی میری سمجھ میں نہیں آیا۔ وزارت کوئی بھی ہو مگر ایک معین سیاسی واقتصادی پروگرام اور پالیسی اس کے پیش نظر ہونا چاہئے۔ جس وزارت کے پاس ایسا کوئی پروگرام نہ ہوگا وہ بالکل کمزور اور بے اثر ہوگی کیونکہ اس کا کوئی واضح مسلک

اور طرز عمل نہ ہوگا۔ اگر کوئی مشترکہ سیاسی و اقتصادی پروگرام اور پالیسی پیش نظر ہو تو اتحاد عمل بھی آسان ہے۔ یقیناً آپ کو اس کا علم ہوگا کہ کانگرس نے یہی اتحاد عمل صوبہ سرحدی شمالی و مغربی میں طلب کیا اور حاصل بھی کیا۔ اسی طرح بمبئی میں بھی کانگرس کی جانب سے کئی بار کوشش کی گئی کہ تعاون اور اتحاد عمل حاصل کیا جائے۔ کانگرس ایک معین پروگرام اور ایک واضح پالیسی لیکر اسمبلیوں میں گئی ہے لہذا وہ خوشی خوشی دوسری جماعتوں کے ساتھ گو کہ وہ اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں، اپنے پروگرام کی تائید میں اتحاد عمل کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسی بنیادی اصول پر مخلوط وزارتیں بھی قایم ہو سکتی ہیں۔ بغیر اس کے کانگرس کو بالذات نہ تو کسی وزارت میں دلچسپی ہے اور نہ کسی اسمبلی میں۔

میں اُن مختلف امور پر جو آپ کے خط میں اور نیز ملفوفات میں اُٹھائے گئے ہیں کافی طور پر بحث کر چکا۔ مجھ کو نہایت خوشی ہے کہ میں اس مراسلت کے ذریعہ سے آپ کا مافی الضمیر دریافت کر سکا اور اب میں ان مسائل کو جو آپ کے اور ممکن ہے کہ وہ دوسروں کے بھی پیش نظر ہوں کسی قدر بہتر سمجھ سکتا ہوں۔ مجھ کو اس امر سے پوری طرح اتفاق ہے کہ ہر ہندوستانی کا یہ فرض منصبی ہونا چاہیئے کہ وہ ہندوستان کو آزاد کرانے اور ہندوستانیوں کا افلاس دور کرانے میں متفقہ طور پر پوری کوشش کرلے۔ میرے واسطے اور میں سمجھتا ہوں کہ بہت سے اور لوگوں کے واسطے بھی، کانگرس حصول مقصد کا ایک ذریعہ ہے۔ نہ کہ بالذات کوئی مقصود ہے۔ البتہ ہماری بڑی عزت افزائی ہے کہ ہم کانگرس کے ذریعہ سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں اس واسطے کہ اُس نے کروروں ہندوستانیوں

کی محبت حاصل کرلی ہے جن کی متحدہ کوششوں اور قربانیوں سے وہ ہم کو حصول مقصد کے راستہ میں بہت دور تک لے گئی ہے۔ مگر ابھی بہت کچھ باقی ہے اور ہم سب کو مل جل کے کام کرنے کی اب بھی سخت ضرورت ہے۔

ذاتی طور پر مجھکو سمجھوتے اور باہمی تصفیے وغیرہ پسند نہیں ہیں گو کہ کبھی کبھی انکی بھی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

مجھکو جو چیز زیادہ اہم اور ضروری معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کے دلی خیالات اچھی طرح سمجھ لئے جائیں اور بعد اس کے مل جل کر کام کرنیکی ایک دلی خواہش اور مستعدی فریقین میں پیدا ہو۔ اس قسم کا اتحاد عمل اگر اس میں عامہ خلق شامل ہوں تو لازمی طور پر اسکو عامہ خلق کے فائدے کے لئے ہونا چاہیئے۔ اسی واسطے میرا دل ہمیشہ اسی اُدھیڑبُن میں رہتا ہے کہ اپنے بیشمار بدنصیب ہم ملک بھائیوں کی کیونکر مدد کروں یہانتک کہ تمام دوسرے معاملات اور مسائل کو بھی میں اسی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہوں۔ فرقہ وارانہ مسئلہ بھی میرے نزدیک اسی نوعیت کا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر وہ میرے نزدیک کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

شاید آپ کا خیال یہ ہے کہ میں آپسے اس کا خواہشمند ہوں کہ آپ اپنی تجاویز مثل ایک سائل کے گذرانیں۔ نیز یہ کہ آپ یہ بھی تجویز فرماتے ہیں کہ کانگرس آپسے باضابطہ طور پر خط و کتابت کرے۔ اس معاملہ میں یقیناً آپ کو غلط فہمی ہوئی اور آپنے میرا دلی مطلب سمجھا ہی نہیں اور اپنے ساتھ اور میرے ساتھ بے انصافی کی۔ اگر غور سے دیکھئے تو یہاں کوئی سوال

میرے یا آپ کے سائل بننے کا نہیں ہے بلکہ یہ ایک دلی خواہش کا اظہار ہے کہ ہم ایک دوسرے کے خیالات اور مسئلہ زیر بحث کو خوب اچھی طرح سمجھ سکیں اور دل نشین کر سکیں۔ آپ نے جو یہ تحریر فرمایا کہ کانگرس باضابطہ طور پر آپکو لکھے تو اسکی غرض میری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں نے کبھی آپ سے یہ خواہش نہیں کی کہ آپکے جوابات مسلم لیگ کی جانب سے باضابطہ طور پر ہونا چاہیئے بڑی بڑی انجمنوں اور جماعتوں کے کاروبار اس طریقہ سے روبراہ نہیں ہو سکتے۔ یہ معاملہ کانگریس کی یا ہم میں سے کسی کی عزت و وقار کا نہیں ہے۔ ہمارا عزت و وقار بس اسی میں ہے کہ اپنے منتہائے مقصود تک پہونچ جائیں۔ کانگرس اب اتنی عظیم الشان جماعت ہے کہ وہ ان جزئیات اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ نہیں کرتی اور ہم میں سے اگر کوئی ایک حد تک بارسوخ اور مشہور ہو بھی گیا تو اسکو بھی کانگرس کا طفیل سمجھنا چاہیئے

آپ کو یاد ہو گا کہ میں ہی نے آپ کو پہلے پہل خط لکھا تھا اور درخواست کی تھی کہ آپ کانگرس پالیسی پر اپنے اعتراضات سے مجھ کو مطلع فرمائیں اور جو مباحث آپکے نزدیک ضروری ہوں وہ بھی تحریر فرمائیں۔ میں نے آپ کی اکثر اسپیچیں پڑھیں جو اخبارات میں شایع ہوئی تھیں اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ سب کانگرس پر زبردست حملوں سے بھری ہوئی تھیں جو میرے نزدیک ناجائز تھے۔ لہذا میں نے ان غلط فہمیوں کو دور کرنا اور راستہ صاف کرنا چاہا۔ میں نے خاصکر اردو اخبارات میں نہایت سخت کذب و دروغ کانگرس کے متعلق پڑھا اور ان غلط بیانیوں کا تعلق کسی رائے سے نہیں بلکہ واقعات سے تھا اور واقعات بھی ایسے جو میرے علم میں تھے۔ مثالاً ابھی دو دن کا عرصہ ہوا کہ میں نے

یہیں کلکتہ میں ایک گشتی خط یا نوٹس مسلم لیگ کے کسی سکریٹری کی طرف سے دیکھا ہے جس میں کہ ممالک متحدہ کی منسٹری پر چند نام نہاد بداعمالیوں کی فہرست درج تھی اسکو پڑھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی کیونکہ اس میں ایک شمہ بھی سچ نہ تھا۔ میرا خیال ہے کہ یہ سب اردو اخبارات سے چھانٹ کر جمع کئے گئے تھے۔ اسی طرح اخبارات اور پبلک اسپیچوں میں ایسے ہی غلط اور بے بنیاد الزام متعدد موقعوں پر لگائے گئے ہیں جس سے فرقہ وارانہ کشیدگی اور بھی بڑھ گئی ہے۔ اس سے مجھکو سخت تکلیف ہوئی اور اسی غرض سے آپکو اور نیز نواب اسمٰعیل خاں کو لکھا کہ کوئی ایسی تدبیر سوچی جائے جس سے اس قسم کی شرارتوں کا سدباب ہو اور ہم سب کو متحدہ طور پر کام کرنے کا موقع ملے۔ یہ خرابی ابتک موجود ہے اور مجھے اُمید ہے کہ جلد رفع ہو جائیگی۔

میں نے اس خط کے شروع میں لکھا ہے کہ اس وقت بین الاقوامی صورت حالات بہت نازک ہے اور دنیا بھر پر خطرۂ جنگ کا ابر چھایا ہوا ہے۔ میرا دل انھیں خیالات سے لبریز ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان بھی اسکی اہمیت کو محسوس کرے اور نتائج کے لئے ہر وقت تیار رہے گو کہ وہ نتائج بُرے ہوں یا اچھے۔ لہذا ایسے نازک وقت میں ہم سب کا فرض اولین یہ ہونا چاہیئے گو کہ ہم کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں اور گو کہ کتنا ہی اختلاف رائے ہم میں کیوں نہ ہو کہ ہم سب متحد ہو جائیں اور اپنے ہم وطنوں کو اُن خطروں سے بچانے کی کوشش کریں جو کہ ہمارے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں ہمارے اختلافات اور مباحث کس کام کے ہیں جبکہ دنیا اور اسی کے ساتھ ہندوستان کا

مستقبل تاریکی میں ہے۔ بس یہی امید کہ ہم سب اپنے ناک کو محفوظ رکھنے کے لئے متحد ہوجائیں اسی نے مجھکو مجبور کیا کہ آپ کو اور اوروں کو بھی بار بار اور خوب دل کھولکر لکھوں

اس ضمن میں ایک جزئی بات بھی میں بیان کردینا چاہتا ہوں۔ ہری پورہ اجلاس کے متعلق جو رپورٹ اخباروں میں چھپی ہے جسکا حوالہ آپ نے بھی دیا ہے صحیح نہیں ہے

ہماری آپ کی مراسلت کو کچھ عرصہ ہوگیا۔ اب متعدد افواہیں اسی گفت وشنید کے متعلق ملک میں پھیل رہی ہیں۔ مجھ سے اکثر اس کے متعلق استفسار ہوتا ہے اور میرا خیال ہے کہ آپ سے بھی ضرور ہوتا ہوگا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اب وقت آگیا کہ اب یہ شائع کردی جائے اور پبلک بھی اس سے مطلع کردی جائے کیونکہ یہ معاملہ ایسا ہے جس میں اکثر لوگوں کو ایک خاص دلچسپی ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو اس کی اشاعت میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

آپکا مخلص

جواہرلال نہرو

نقل خط مسٹر جناح بنام مسٹر نہرو

بمبئی ۱۲ر اپریل ۱۹۳۸ء

ڈیر پنڈت جواہرلال۔ آپ کا خط مورخہ ۸ر اپریل موصول ہوا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ الہ آباد جلد واپس آجائیں گے اور اپریل کا زیادہ حصہ وہیں رہینگے۔ نیز یہ کہ

اگر میں الٰہ آباد آسکوں تو وہیں ملاقات ہوجائیگی ورنہ اگر مجھ کو لکھنؤ جانے میں سہولت ہو تو آپ بھی وہاں آسکتے ہیں۔ میں اس اطلاع اور تجویز کا شکرگذار ہوں مگر افسوس سے کہتا ہوں کہ بسبب ضروری کاموں کے الٰہ آباد میرا آنا تقریباً ناممکن ہے۔ البتہ اپریل کے آخر میں میں بمبئی میں رہونگا۔ اگر آپ یہاں تشریف لاسکیں تو ملاقات باعث مسرت ہوگی۔

آپ کے خط کا باقی حصہ میرے لئے بہت تکلیف دہ ثابت ہوا۔ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے خط کا مطلب صحیح طور پر سمجھے ہی نہیں کیونکہ آپ صفائی سے فرماتے ہیں "اس وقت بین الاقوامی صورت حالات بہت نازک ہے اور دنیا بھر پر خطرۂ جنگ کا ابر چھایا ہوا ہے۔ میرا دل انھیں خیالات سے لبریز ہے" اس سے صاف طور پر نمایاں ہے کہ آپ کے خیالات اُن حقیقتوں سے بالکل مختلف ہیں جو ہم کو اپنے ملک میں درپیش ہیں مجھکو نہایت افسوس ہے کہ آپ نے میرے خط کے عجیب وغریب معنی پہنائے ہیں اور اُس چیز پر جو آپ ہی کی درخواست اور خواہش کے مطابق میں نے لکھی تھی ایک عجیب رنگ چڑھایا ہے۔ بعض باتیں آپ نے ایسی تحریر فرمائی ہیں کہ جنکا بانی مبانی آپ مجھ کو خیال کرتے ہیں یعنی گویا وہ میری پیش کردہ تجویزیں ہیں۔ میں نے اخبارات کے انتخابات آپ کو اس نظر سے بھیجے تھے کہ آپنے مجھسے باربار درخواست کی تھی کہ اگر حال کے بیانات جو اخبارات و تقاریر میں شایع ہوئے ہیں۔ جن سے صورت حال آپ پر واضح ہوجائے آپ کو بھیجے جائیں تو آپ شکرگذار ہوں گے۔ بس یہی بعض اُن امور سے ہیں جو بلاشک وشبہہ ہندوستان کے مسلمانوں کو مضطرب کیئے ہوئے ہیں اور یہ مسئلہ کہ یہ مسائل کس طرح حل کیئے جائیں

اور کس حد تک اور کن ذرایع سے حل کئے جائیں، جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں، ہر سچے نیشنلسٹ کے پیش نظر ہے۔ آیا قانون میں تبدیلیاں ضروری ہیں یا نہیں اور آیا یہ تبدیلیاں معاہدوں اور باہمی سمجھوتوں سے عمل میں آئیں اور اسیطرح کے دوسرے مسائل میری رائے میں بحث طلب ہیں اور یہی میں نے آپ کو لکھا بھی تھا۔ یہ معلوم کر کے مجھ کو بے انتہا رنج ہوا کہ آپ نے اپنے خط میں ان اہم امور پر گویا اپنی تجویز سنا دی اور اپنا فیصلہ صادر فرما دیا۔ ایک ایسی تمہید کے ساتھ جس نے بحث و مباحثہ کو، جس سے کوئی مفید نتیجہ ضرور نکلتا، بالکل بالائے طاق رکھدیا اور یہ فرما دیا۔ " اس لمبی چوڑی فہرست کو دیکھکر مجھ کو کسی قدر حیرت ہوئی کیونکہ مجھ کو یہ خیال نہ تھا کہ آپ اکثر ایسے امور پر بھی بحث کرنا چاہتے ہیں جن کا کانگرس تصفیہ کر چکی ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جو بحث کے قابل ہی نہیں ہیں۔" اس کے بعد انھیں نکات کو اپنے خاص خیالات کے مطابق مرتب کر کے آپنے ان سے نتائج اخذ کیئے۔ آپکے لب و لہجہ اور عبارت سے اس طرح کا غرور بلکہ ایک جنگی جذبہ نمایاں ہو کہ گویا کانگرس ہندوستان کے سیاہ و سفید کی مالک ہوگئی۔ جب ہی آپ احسان رکھنے کے لہجہ میں فرماتے ہیں۔ " مسلم لیگ مسلمانوں کی ایک جلیل القدر جماعت ہے اور ہم اسکو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ مگر ہم کو دوسری انجمنوں اور افراد سے بھی، جو ہمارے پیش نظر ہیں وہی سابقہ پڑتا ہے۔ ہم کسی جماعت کی اہمیت یا شہرت کو جانچ نہیں سکتے۔" اس کے بعد آپ نے بعض دوسری انجمنوں کا ذکر کیا ہے۔ یہاں میں اتنا اور لکھدوں جیسا کہ میں اپنی تقریروں میں بار بار ظاہر کر چکا ہوں کہ جبتک کانگرس مسلم لیگ کو اپنے برابر کی جماعت نہ سمجھے گی اور اسی حیثیت سے اسکے ساتھ ہندو مسلم تصفیہ پر تیار نہوگی

اس وقت تک ہم کو انتظار کرنا اور اپنی اندرونی طاقت پر بھروسہ کرنا پڑیگا۔ وہ طاقت جس سے ہماری اہمیت اور شہرت جانچی جاسکے" آپ کے مزاج اور ذہنیت کا خیال رکھتے ہوئے میرے لئے بہت دشوار ہے کہ صورت حالات اس سے زیادہ واضح کرکے سمجھاؤں۔ جیساکہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں ان معاملات پر جن کا حوالہ آپ نے دیا ہے۔ مراسلت کے ذریعہ سے بحث کرنا نہیں چاہتا کیونکہ میرے نزدیک اُن گتھیوں کے سلجھانے کا یہ طریقہ نہیں ہے۔

آپ نے جن غلط بیانیوں کا ذکر اپنے خط میں کیا ہے جو کانگرس کے متعلق اردو اخبارات میں شایع ہوئی ہیں اور جنھوں نے بقول آپ کے آپکو حیرت میں ڈالا ہے اور نیز اُس گشتی خط کے متعلق جو گورنمنٹ ممالک متحدہ کی بداعمالیوں کے بارے میں شایع کیا گیا ہے میں بغیر تحقیق معاملہ کے کوئی رائے نہیں دیسکتا مگر اسی طرح کے بہت سے کذب و دروغ جو کانگرسی اخبارات اور ممبران کانگرس کے بیانات میں آل انڈیا مسلم لیگ اور اس کے بعض لیڈروں اور کارکنوں کے متعلق شایع ہوئے ہیں میں بھی بے تکلف پیش کرسکتا ہوں۔ اسی طرح میں بہت سی مثالیں اُن رپورٹوں کی دیسکتا ہوں جو کانگرسی پریس میں اور اہل کانگرس کی تقریروں کی شایع ہوتی رہتی ہیں جن میں کئے دن صوبجات بنگال و سندھ و پنجاب و آسام کی مسلم وزارتوں کے متعلق دیدۂ و دانستہ غلط بیانیاں ہوتی رہتی ہیں اور بیجا الزامات عائد کئے جاتے ہیں محض اس غرض سے کہ ان مسلم وزارتوں کا خاتمہ ہوجائے۔ مگر خیر۔ یہ باتیں ہمارے موضوع بحث سے باہر ہیں

اور اُن پر بحث کرنے سے کوئی فائدہ بھی نہ نکلے گا۔

آپ کی اس درخواست کے بارے میں کہ ہمارے مراسلت شایع کردی جائے مجھکو کوئی عذر نہیں ہے بشرطیکہ وہ مراسلت بھی اسی کے ساتھ شایع کی جائے جو مجھ میں اور گاندھی جی میں ہوئی تھی۔ اسواسطے کہ میں اور آپ دونوں نے گاندھی جی اور انکی مراسلت کا اپنے اپنے خطوں میں ذکر کیا ہے۔ لہذا براہ مہربانی انکی اجازت اس معاملہ میں حاصل کر لیجئے یا اگر آپ چاہیں تو میں بھی انکو لکھوں اور اس سے بھی انکو مطلع کروں کہ آپ کی خواہش ہے کہ میری اور آپ کی مراسلت شایع کی جائے اور میں اسپر اس شرط کے ساتھ راضی ہوں کہ میری اور گاندھی جی کی مراسلت بھی ایک ساتھ شایع ہونا چاہیئے۔

آپ کا مخلص

ایم۔ اے۔ جناح

نقل خط مسٹر نہرو بنام مسٹر جناح

الہ آباد ۱۶ر اپریل ۱۹۳۸ء

ڈیر مسٹر جناح ۔ آپکا ۱۲ر اپریل کا خط مجھے ابھی ملا۔ مجھکو بیحد افسوس ہے کہ میری تحریر کے کچھ الفاظ سے آپکو صدمہ پہنچا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم پبلک مسائل کو اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ میں اپنا نقطۂ نظر آپ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ بھی اُسے پسند کریں۔ پس کوئی ایسی بات کہنا یا لکھنا جس سے آپ کو صدمہ پہونچے علاوہ بدتہذیبی کے خود میری غرض کو فوت کردے گی۔ مگر اسی کے

ساتھ میں یہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے دلی خیالات آپ کے سامنے صاف صاف اور بلاکم وکاست ظاہر کروں۔ یعنی یہ کہ معاملات زیر بحث پہ میری کیا رائے ہے۔ ہماری آپ کی رایوں میں اختلاف ہو سکتا ہے مگر صاف دلی سے اگر بحث کی جائے تو یہ اختلاف دور بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے صدق دل سے اس کی کوشش کی اور اس کا پوری طرح خیال رکھا کہ کوئی بات میرے قلم سے ایسی نہ نکلے جو راستہ میں رکاوٹ پیدا کرے۔

میں نے اپنے گذشتہ خط میں اُن مختلف امور کا جواب دیا تھا جو آپ کے مرسلہ اقتباسات میں درج تھے اور چونکہ آپ نے انکی طرف میری توجہ مبذول کرائی تھی میں نے اس سے یہ ضرور نتیجہ نکالا کہ ایک بڑی حد تک غالباً آپ کے بھی یہی خیالات ہوں گے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں ان مختلف فیہ مسائل سے آگاہ ہونا چاہتا ہوں۔ اور جب کبھی کوئی ٹھوس بات پاتا ہوں تو اس کے متعلق اپنا بھی خیال ظاہر کرتا ہوں۔ میں نے آپ کو یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ کانگریس کی پوزیشن ان امور کے متعلق کیا ہے۔ روزانہ پالیٹکس میں کوئی قطعی بات نہیں ہوتی گو کہ چند بنیادی اصول ایسے ہیں کہ پالیسی جن کے تابع ہوتی ہے۔ پس اگر کانگرس ایسا کرنا چاہے تو وہ اپنی پالیسی میں تغیر و تبدل کر سکتی ہے۔ میں صرف یہ کر سکتا ہوں کہ کانگرس کی گذشتہ اور موجودہ پالیسی بیان کر دوں۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ایک مغرورانہ اور جنگی اسپرٹ میں لکھتا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ گویا کانگرس ہندوستان کے سفید و سیاہ کی مالک ہوگئی ہے ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ مجھکو تو اسکا پوری طرح علم ہے کہ وہ سیاہ و سفید کی مالک نہیں ہے بلکہ ابھی تو سیکڑوں طریقے سے اسکے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور منزل مقصود تک پہونچنے میں معلوم نہیں ابھی ہم کو کیا کیا مصیبتیں جھیلنا ہیں۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ میرا دل و دماغ بین الاقوامی صورت حالات اور آیندہ جنگ کے خطرے سے لبریز ہے۔ اگر ایسا ہے جیسا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ضرور ہے تو مجھکو کیونکر چین آسکتا ہے اور ہیں کیونکر کانگرس کو ایک حاکم علی الاطلاق سمجھ سکتا ہوں۔ میں جب کانگرس پالیسی پر بحث کرتا ہوں تو بحیثیت ایک ممبر کانگرس کے میں اُسی پالیسی کا اعادہ کرتا ہوں۔ خود اپنی راے نہیں دیتا۔ اگر میری رائے اور کانگرس کے رزولیوشن میں کوئی اختلاف واقع ہو۔

آپ نے یہ بتایا ہے کہ کانگریسی اخبارات میں بیشمار غلط بیانیاں اور کذب و دروغ مسلم لیگ اور اس کے لیڈروں کے متعلق نیز بنگال، پنجاب، سندھ اور آسام کی گورنمنٹوں کے متعلق شائع ہوئے ہیں۔ میں آپ سے بالکل اتفاق کرتا ہوں کہ اس قسم کی غلط بیانیاں اور جھوٹ اشارۃً اور کنایتہً بھی اگر اردو، ہندی یا انگریزی اخبارات میں یا ان کے سوا کسی اخبار میں بھی پائے جائیں تو اُن کی ضرور تردید و مخالفت کی جائے مگر یہ واقعہ ہے کہ کانگرس کا کوئی اخبار نہیں ہے یعنی ایسا

کوئی اخبار جس پر کانگرس کو پورا اختیار حاصل ہو گو کہ بہت سے اخبارات عموماً کانگرس کی تائید کرتے ہیں۔ ان اخبارات پر ہم اپنا اثر ڈال سکیں یا نہ ڈال سکیں مگر یہ ضروری ہے کہ انکی غلط بیانیوں کو ہم روکیں اور اُن کے اس رویہ سے اپنا اظہار نفرت کریں۔ اس معاملہ میں میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ براہ مہربانی خاص خاص غلط بیانیوں کی مثالیں ہمکو دیں تاکہ ہم ان کے متعلق ضروری کارروائی کر سکیں۔

آپ نے جو مراسلت کی اشاعت کے متعلق لکھا ہے تو میرے پاس اُن خطوں کی نقلیں نہیں ہیں جو آپ نے مہاتما جی کو اور اُنھوں نے آپ کو لکھے تھے۔ لہذا حسب تجویز آپ کے میں ان کو لکھتا ہوں کہ اشاعت کی اجازت دیں۔

میرے لئے اپریل یا مئی میں بمبئی آنا بہت مشکل ہے کیونکہ شروع جون میں یورپ جانیکا قصد کر رہا ہوں۔ اگر جون کے پیشتر میں بمبئی آسکا تو آپ کو ضرور مطلع کرونگا تاکہ ملاقات کا موقع ملے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ مہاتما جی سے جلد ملیں گے۔

آپ کا مخلص

جواہرلال نہرو